ختم نبوت زندہ باد　　　　خلافت راشدہ حق چار یارؓ

یا اللہ مدد

لا تلبسوا الحق بالباطل و تکتموا الحق و انتم تعلمون ۝ القرآن

حق کو باطل کے ساتھ مت ملاؤ اور جان بوجھ کر حق کو مت چھپاؤ

عقیدہ عصمت انبیاء علیہم السلام

اور

مودودی

از قلم:-

حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب مدظلہ

امیر تحریک خدام اہل سنت والجماعت پاکستان

ناشر: ادارہ حق چاریار، مدینہ بازار، ذیلدار روڈ، اچھرہ لاہور

قیمت: ۸/۰۰ روپے　　　فون: ۷۵۹۳۰۸۰

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِہٖ مُحَمَّدٍ اِمَامُ الْمَعْصُوْمِیْنَ وَ خَاتَمِ النَّبِیّٖنَ وَ عَلٰی خُلَفَاءِ الرَّاشِدِیْنَ الْمَھْدِیِیْنَ وَ اٰلِہٖ وَ اَصْحَابِہٖ الْھَادِیْنَ الْمَرضیین اَجْمَعِیْنَ٥

مودودی عقائد وافکار کی حقیقت

کتاب "میاں طفیل محمد کی دعوت اتحاد کا جائزہ" میں ہم نے شیعہ مذہب کے ان عقائد پر تبصرہ کیا تھا جو اسلام کے اصولی اور بنیادی عقائد سے متصادم ہیں اور ضمناً اس میں بعض مودودی مسائل و نظریات کا تذکرہ بھی آ گیا تھا۔ اب ہم جماعت اسلامی کے بانی اور امیر اول ابو الاعلیٰ مودودی صاحب کے بعض ایسے عقائد و نظریات ان کی تصانیف سے پیش کرتے ہیں جو اہل سنت والجماعت کے عقیدہ عصمۃ الانبیاء علیہم السلام کے خلاف ہیں۔ حالانکہ منصب نبوت ورسالت ایک خاص وہبی نعمت ہے جو اللہ تعالیٰ اور اس کے بندوں کے درمیان ایک مستقل واسطہ ہے۔ حضرت آدم علیہ السلام اس دنیا میں پہلے انسان (بشر) اور پہلے نبی ہیں۔ آپ کے بعد تمام انبیاء کرام آپ کی اولاد میں سے ہیں اور انسان ہیں۔ لیکن سب معصوم (گناہوں سے پاک) ہیں اور ان کے قلوب اتنے نورانی اور پاکیزہ ہیں کہ ان سے نہ صغیرہ گناہ سرزد ہوتا ہے نہ کبیرہ۔ علاوہ ازیں وہ ہمیشہ اللہ تعالیٰ کی خاص نگرانی اور حفاظت میں ہوتے ہیں البتہ ان سے بھول چوک ہو سکتی ہے (جس کو گناہ نہیں کہہ سکتے) اور جس کو شرعی اصطلاح میں زلّت کہتے ہیں اور بھول اور لغزش کا تعلق بھی ان کے فریضہ نبوت و رسالت سے نہیں ہوتا جس کی تفصیل اپنے مقام پر آئے گی۔ انشاء اللہ تعالیٰ!

عقیدہ عصمت انبیاء اور مودودی

(۱) انبیاء کا ایمان بالتوحید وہبی نہیں کسبی ہے

سورۃ ہود کی آیت نمبر ۱۷۔ اَفَمَنْ كَانَ عَلٰى بَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّهٖ وَيَتْلُوْهُ شَاهِدٌ مِّنْهُ کی تفسیر میں مودودی صاحب لکھتے ہیں: اس ارشاد سے یہ صاف معلوم ہوتا ہے کہ نبی ﷺ نزول قرآن سے پہلے ایمان بالغیب کی منزل سے گزر چکے تھے جس طرح سورۃ انعام میں حضرت ابراہیمؑ کے متعلق بتایا گیا ہے کہ وہ نبی ہونے سے پہلے آثار کائنات کے مشاہدے سے توحید کی معرفت حاصل کر چکے تھے۔ اسی طرح یہ آیت صاف بتا رہی ہے کہ نبی ﷺ نے بھی غور و فکر سے اس حقیقت کو پالیا تھا اور اس کے بعد قرآن نے آکر اس کی نہ صرف تصدیق و توثیق کی بلکہ آپ کو حقیقت کا براہ راست علم بھی عطا کر دیا گیا (تفسیر تفہیم القرآن جلد دوم طبع نہم مئی ۱۹۷۵)

(ب) بعد ازاں سورۃ ہود آیت ۲۸۔ قال یقوم ارئیتم ان کنت علی بینة من ربی کے تحت لکھتے ہیں۔

یہ وہی بات ہے جو ابھی پچھلے رکوع میں محمد ﷺ سے کہلوائی جا چکی ہے کہ پہلے میں خود آفاق و انفس میں خدا کی نشانیاں دیکھ کر توحید کی حقیقت تک پہنچ چکا تھا پھر خدا نے اپنی رحمت (یعنی وحی) سے مجھے نوازا اور ان حقیقتوں کا براہ راست علم مجھے بخش دیا جن پر میرا دل پہلے سے گواہی دے رہا تھا۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ تمام پیغمبر نبوت سے قبل اپنے غور و فکر سے ایمان بالغیب حاصل کر چکے ہوتے تھے تو پھر اللہ تعالیٰ ان کو منصب نبوت عطا کرتے وقت ایمان بالشہادۃ عطا کرتا تھا۔

(ج) ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے مودودی صاحب سورۃ ہود کی مذکورہ آیتوں کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"اس سے یہ بات بالکل واضح ہو جاتی ہے کہ وحی کے ذریعہ سے حقیقت کا براہ راست علم پانے سے پہلے انبیاء علیہم السلام مشاہدے اور غور و فکر

کی فطری قابلیتوں کو صحیح طریقے پر استعمال کر کے (جسے اوپر کی آیات میں بینة من الرب سے تعبیر کیا گیا ہے)"

توحید و معاد کی حقیقتوں تک پہنچ جاتے تھے اور ان کی یہ رسائی وہبی نہیں۔ بلکہ کسبی ہوتی تھی۔ اس کے بعد پھر اللہ تعالیٰ انہیں علم وحی عطا کرتا تھا اور یہ چیز کسبی نہیں بلکہ وہبی ہوتی تھی (رسائل و مسائل حصہ اول طبع دوم جون ۱۹۵۴ء ص ۲۹)

(۲) سورۃ الانعام آیات ۷۶-۷۷-۷۸ فَلَمَّا جَنَّ عَلَيْهِ الَّيْلُ رَاٰ كَوْكَبًا قَالَ هٰذَا رَبِّيْ کی تفسیر میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے متعلق لکھتے ہیں۔

"یہاں حضرت ابراہیمؑ کے اس ابتدائی تفکر کی کیفیت بیان کی گئی ہے جو منصب نبوت پر سرفراز ہونے سے پہلے ان کے لیے حقیقت تک پہنچنے کا ذریعہ بنا۔ اس میں بتایا گیا ہے کہ ایک صحیح الدماغ اور سلیم النظر انسان جس نے سراسر شرک کے ماحول میں آنکھیں کھولی تھیں اور جسے توحید کی تعلیم کہیں سے حاصل نہ ہو سکتی تھی کس طرح آثار کائنات کا مشاہدہ کر کے ان پر غور و فکر اور ان سے صحیح استدلال کر کے امر حق معلوم کرنے میں کامیاب ہو گیا" الخ --- (تفسیر تفہیم القرآن جلد اول ص ۵۵۷ تیرا ہوں ایڈیشن جنوری ۱۹۷۶ء)

تبصرہ

مودودی صاحب کا یہ نظریہ خلاف حقیقت ہے کیونکہ آیات قرآنی سے ثابت ہوتا ہے کہ تمام انبیائے کرام علیہم السلام کا عقیدہ توحید وہبی ہوتا ہے اور وہ بغیر فکر و استدلال کے اپنی فطری بصیرت قلبی سے توحید پر یقین رکھتے ہیں اور وہ پیدائشی طور پر ہی موجود ہوتے ہیں۔ البتہ دین و شریعت کی تفصیلات ان کو بعد میں بذریعہ وحی شرعی معلوم ہوتی ہیں۔ منصب نبوت کی طرح ان کا عقیدہ توحید بھی وہبی ہوتا ہے اور اس میں وہ فکر و استدلال کے محتاج نہیں ہوتے۔ الست بربکم کے جواب میں جو انہوں نے بلیٰ کہا تھا وہی پیدائشاً ان کے قلب منور پر نقش ہوتا ہے۔

(۲) انبیاء بھی خواہش نفس کی پیروی کرتے ہیں

مودودی صاحب سورۃ ص آیت نمبر ۲۶ وَلَا تَتَّبِعِ الْهَوٰى فَيُضِلَّكَ عَنْ سَبِيلِ اللّٰهِ کے تحت حضرت داؤد علیہ السلام کے قصہ میں لکھتے ہیں۔

اور تو اور بسا اوقات پیغمبروں تک کو اس نفس شریر کی رہزنی کے خطرے پیش آئے ہیں۔ چنانچہ حضرت داؤد جیسے جلیل القدر پیغمبر کو ایک موقع پر تنبیہ کی گئی ہے کہ لَا تَتَّبِعِ الْهَوٰى فَيُضِلَّكَ عَنْ سَبِيلِ اللّٰهِ (ص ۲) "ہوائے نفس کی پیروی نہ کرنا ورنہ یہ تمہیں اللہ کے راستے سے بھٹکا دے گی" (تفہیمات جلد اول ص ۱۶۱ طبع پنجم ستمبر ۱۹۴۹ء)

(۲) سورۃ ص رکوع ۲ کی مذکورہ آیت کے تحت اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں:

"-------- یہ وہ تنبیہ ہے جو اس موقع پر اللہ تعالیٰ نے توبہ قبول کرنے اور بلندی درجات کی بشارت دینے کے ساتھ حضرت داؤد کو فرمائی۔ اس سے یہ بات خود بخود ظاہر ہو جاتی ہے کہ جو فعل ان سے صادر ہوا تھا اس کے اندر خواہش نفس کا کچھ دخل تھا۔ اس کا حاکمانہ اقتدار کے نامناسب استعمال سے بھی کوئی تعلق تھا اور وہ کوئی ایسا فعل تھا جو حق کے ساتھ حکومت کرنے والے کسی فرمانروا کو زیب نہ دیتا تھا"۔ (تفہیم القرآن جلد رابع ص ۳۲۷ طبع ششم جون ۱۹۷۴ء) (۳) مگر اس کی اصلیت صرف اس قدر تھی کہ حضرت داؤد علیہ السلام نے اپنے عہد کی اسرائیلی سوسائٹی کے عام رواج سے متاثر ہو کر اوریا سے طلاق کی درخواست کی تھی۔"

(تفہیمات حصہ دوم ص ۴۲ طبع دوم)

تبصرہ

حضرت داؤد علیہ السلام کے کسی فعل کو خواہش نفس پر مبنی قرار دینا اور یہودی سوسائٹی سے متاثر ہو کر ایک غیر مناسب فعل کا ارتکاب ان کی طرف منسوب کرنا اور اس کو حاکمانہ اقتدار کے نامناسب استعمال سے تعبیر کرنا اور معصوم انبیاء کے نفوسِ مطمئنہ میں مادہ شر کا تسلیم کرنا ان کی صریح توہین اور عقیدہ عصمۃ انبیاء کے خلاف ہے۔ کیونکہ انبیاء کرام علیہم السلام کے نفوس پاک ہوتے ہیں۔ اور وہ جو کچھ کرتے ہیں رضائے الٰہی کے حصول کے لیے کرتے ہیں نہ کہ خواہش نفس کی بنا پر۔ البتہ ان سے اگر کوئی ترک اولیٰ کی قسم کا کوئی فعل صادر ہو جاتا ہے تو ان کی عظمت و شان کے پیش نظر ان کو متنبہ کیا جاتا ہے۔ بہر حال انبیاء کے اقوال و افعال کو خواہش نفس پر مبنی قرار دینا ان کے مقام نبوت کے منافی ہے (خادم اہل سنت غفرلہ)

۳۔ حضرت نوحؑ میں جاہلیت کا جذبہ تھا

سورۃ ہود کی آیت نمبر ۴۶۔ اِنِّیۡۤ اَعِظُكَ اَنۡ تَكُوۡنَ مِنَ الۡجٰهِلِيۡنَ ٥ کی تفسیر میں حضرت نوح علیہ السلام کے متعلق مودودی صاحب لکھتے ہیں۔

"بسا اوقات کسی نازک نفسیاتی موقع پر نبی جیسا اعلیٰ و اشرف انسان بھی تھوڑی دیر کے لیے اپنی بشری کمزوری سے مغلوب ہو جاتا ہے۔ لیکن جونہی کہ اسے یہ احساس ہوتا ہے یا اللہ کی طرف سے احساس کرا دیا جاتا ہے کہ اس کا مقام معیار مطلوب سے نیچے جا رہا ہے وہ فوراً توبہ کرتا ہے اور اپنی غلطی کی اصلاح کرنے میں اسے ایک لمحہ کے لیے بھی تامل نہیں ہوتا۔ حضرت نوحؑ کی اخلاقی رفعت کا اس سے بڑا ثبوت اور کیا ہو سکتا ہے کہ ابھی جان جوان بیٹا آنکھوں کے سامنے غرق ہوا ہے اور اس نظارہ سے کلیجہ منہ کو آ رہا ہے۔ لیکن جب اللہ تعالیٰ ان کو متنبہ فرماتا ہے کہ جس بیٹے نے حق کو چھوڑ کر باطل کا ساتھ دیا ہے اس کو

محض اس لیے اپنا سمجھنا کہ وہ تمہاری صلب سے پیدا ہوا ہے محض ایک جاہلیت کا جذبہ ہے تو وہ فوراً اپنے دل کے زخم سے بے پرواہ ہو کر اس طرز فکر کی طرف پلٹ آتے ہیں جو اسلام کا تقاضا تھا"

(تفہیم القرآن جلد دوم ص ۳۴۴ طبع نہم مئی ۱۹۷۵ء)

تبصرہ

انبیائے کرام علیہم السلام کا ہر جذبہ اور ہر عمل اسلامی تقاضے اور رضائے الٰہی کے تحت ہوتا ہے۔ حضرت نوح علیہ السلام نے اپنے بیٹے کے لیے نجات کی دعا کسی جذبہ جاہلیت کے تحت نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کے اس وعدہ کی بناء پر کی تھی کہ: قُلْنَا احْمِلْ فِيهَا مِنْ كُلٍّ زَوْجَيْنِ اثْنَيْنِ وَ اَهْلَكَ (ہم نے کہا ہر قسم کے جانوروں کا ایک جوڑا کشتی میں رکھ لو۔ اپنے گھر والوں کو بھی" (آیت نمبر ۴۰) حضرت نوحؑ نے یہ سمجھا کہ یہاں سب گھر والے مراد ہیں۔ اس لیے عرض کیا: رب ان ابنی من اهلی (آیت ۴۶) (ترجمہ: "اے میرے پروردگار! میرا بیٹا بھی میرے اہل (گھر والوں) میں سے ہے اور تیرا وعدہ سچا ہے") جس کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: يٰنُوْحُ اِنَّهٗ لَيْسَ مِنْ اَهْلِكَ اِنَّهٗ عَمَلٌ غَيْرُ صَالِحٍ ۔ آیت نمبر ۴۶ (ترجمہ: "اے نوح وہ آپ کے اہل (گھر والوں میں) سے نہیں ہے۔ اس کے عمل اچھے نہیں۔" اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی مراد گھر والوں سے وہ لوگ تھے جو ایمان لا چکے تھے اور چونکہ حضرت نوحؑ کا بیٹا اہل ایمان میں سے نہ تھا اور حضرت نوح علیہ السلام اس کی حقیقت سے واقف نہ تھے اس لیے آپ کی دعا قبول نہ ہوئی۔ مقام نبوت کے پیش نظر یہ ایک اجتہادی لغزش تو ہے۔ لیکن اس کا منشاء وعدہ خداوندی تھا نہ کہ جاہلیت کا جذبہ لیکن مودودی صاحب نے جھٹ سے ایک پیغمبر معصوم علیہ السلام کی نیت پر حملہ کر کے یہ لکھ دیا کہ:

"اس کو محض اس لیے اپنا سمجھنا کہ وہ تمہاری صلب سے پیدا ہوا ہے محض ایک جاہلیت کا جذبہ ہے۔"

اور طرفہ یہ کہ قبل ازیں صفحہ ۵۰ کے شروع میں مودودی صاحب نے یہ بھی لکھ دیا

کہ اس ارشاد کو دیکھ کر کوئی شخص یہ گمان نہ کرے کہ "حضرت نوحؑ کے اندر روح ایمان کی کمی تھی یا ان کے ایمان میں جاہلیت کا کوئی شائبہ تھا"---ہمارا سوال یہ ہے کہ جب حضرت نوح کے ایمان میں جاہلیت کا کوئی شائبہ نہ تھا تو پھر آپ یہ کیوں لکھ رہے ہیں کہ :

"اس کو محض اس لیے اپنا سمجھنا کہ وہ تمہاری صلیب سے پیدا ہوا ہے- محض ایک جاہلیت کا جذبہ ہے" العیاذ باللہ-

۴- حضرت موسیٰؑ سے ایک بہت بڑا گناہ سرزد ہو گیا تھا

عصمت انبیاء علیہم السلام کے متعلق ایک سوال کے جواب میں مودودی صاحب لکھتے ہیں :

"اور قبل نبوت کسی نبی کو وہ عصمت حاصل نہیں ہوتی جو نبی ہونے کے بعد ہوا کرتی ہے- نبی ہونے سے پہلے تو حضرت موسیٰ علیہ السلام سے بھی ایک بہت بڑا گناہ ہو گیا تھا کہ انہوں نے ایک انسان کو قتل کر دیا- چنانچہ جب فرعون نے ان کو اس فعل پر ملامت کی تو انہوں نے بھرے دربار میں اس بات کا اقرار کیا کہ فَعَلْتُهَآ اِذًا وَّاَنَا مِنَ الضَّآلِّيْنَ (الشعراء ع ۲) یعنی یہ فعل مجھ سے اس وقت سرزد ہوا جب راہ ہدایت مجھ پر نہ کھلی تھی (رسائل و مسائل ص ۳۱' حصہ اول طبع دوم جون ۱۹۵۴ء)

تبصرہ

حضرت موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام کی طرف ایک بہت بڑے گناہ کے ارتکاب کی نسبت کرنا بالکل خلاف واقعہ ہے جس سے عصمت انبیاء کا عقیدہ مجروح ہوتا ہے اور قبطی کا قتل بھی عمداً نہیں ہوا تھا اور نہ آپ نے آلہ ء قتل استعمال کیا تھا- بلکہ مظلوم کو ظالم قبطی کے پنجے سے چھڑوانے کے لیے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے تو صرف اس کو ایک مکا مارا تھا جس سے اس کی جان نکل گئی- چنانچہ سورۃ القصص آیت ۱۵) فوکزہ موسی فقضی

علیہ (حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس کو ایک گھونسا مارا جس سے اس (قبطی) کی موت واقع ہو گئی" --- یہ فعل در حقیقت گناہ ہی نہیں چہ جائیکہ اس کو ایک نبی معصوم کا بہت بڑا گناہ قرار دیا جائے اور خود مودودی صاحب نے بھی اپنی تفسیر میں لکھا ہے کہ: "ان کا کوئی ارادہ قتل کا نہ تھا نہ قتل کے لیے گھونسا مارا جاتا ہے نہ کوئی شخص توقع رکھتا ہے کہ ایک گھونسا کھاتے ہی ایک بھلا چنگا آدمی پر ان چھوڑ دے گا الخ (تفہیم القرآن جلد ثالث سورۃ القصص طبع ہشتم اکتوبر ۱۹۷۵ء)

لہٰذا مودودی صاحب کا اس فعل کی بناء پر حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ایک بہت بڑے گناہ کا مرتکب قرار دینا محض الزام ہے اور خود ساختہ اجتہاد' جس سے حضرت کلیم اللہ علیہ السلام بری ہیں۔

عصمت انبیاء کا تحقیقی مسلک

حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی بانی دار العلوم دیوبند رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں :- احقر کے نزدیک انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام صغائر و کبائر ہر دو قسم کے گناہوں سے معصوم ہوتے ہیں۔ اپنی نبوت سے قبل بھی اور بعد بھی الخ (مکتوب قاسمی حوالہ ترجمان السنۃ جلد ثالث' مصنفہ مولانا بدر عالم میرٹھیؒ مدنی)

(۲) حضرت مولانا مفتی محمد شفیعؒ صاحب (کراچی) سابق مفتی دار العلوم دیوبند لکھتے ہیں: "تحقیق یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام کی عصمت تمام گناہوں سے عقلاً اور نقلاً ثابت ہے۔ ائمہ اربعہ اور جمہور امت کا اس پر اتفاق ہے کہ انبیاء علیہم السلام تمام چھوٹے بڑے گناہوں سے معصوم و محفوظ ہوتے ہیں اور بعض لوگوں نے جو یہ کہا ہے کہ صغیرہ گناہ ان سے بھی سر زد ہو سکتے ہیں۔ جمہور امت کے نزدیک صحیح نہیں (تفسیر قرطبی) تفسیر معارف القرآن جلد اول ص ۱۹۵)

علاوہ ازیں عقیدہ عصمت انبیاء علیہم السلام کی تفصیلات راقم نے اپنی کتاب "علمی محاسبہ" میں بیان کر دی ہیں جو قابل استفادہ ہیں۔

۵- حضرت آدم کی خلافت مستقل نہیں تھی

حضرت آدم علیہ السلام کے قصہ پر تبصرہ کرتے ہوئے مودودی صاحب لکھتے ہیں :-
مگر اس عہدے پر مستقل تقرر ہونے سے پہلے امتحان لینا ضروری سمجھا گیا تاکہ امیدوار کی صلاحیتوں کا حال کھل جائے اور یہ ظاہر ہو جائے کہ اس کی کمزوریاں کیا ہیں اور خوبیاں کیا ہیں چنانچہ امتحان لیا گیا اور جو بات کھلی وہ یہ تھی کہ یہ امیدوار تحریص اور اطماع کے اثر میں آکر پھسل جاتا۔ اطاعت کے عزم پر مضبوطی سے قائم نہیں رہتا اور اس کے علم پر اس کا نسیان غالب آجاتا ہے۔ اس امتحان کے بعد آدم اور ان کی اولاد کو مستقل خلافت پر مامور کرنے کی بجائے آزمائشی خلافت دی گئی اور آزمائش کے لیے ایک مدت (اجل - جس کا اختتام قیامت پر ہوگا) مقرر کر دی گئی الخ (ماہنامہ ترجمان القرآن مئی ۱۹۵۵ء)

تبصرہ

مودودی صاحب نے یہاں جو کچھ لکھا ہے وہ افسانہ نگاری ہے نہ کہ قرآنی تحقیق۔ حضرت آدم خلافت کے امیدوار نہ تھے بلکہ اللہ تعالیٰ نے بلا امتحان پہلے ہی حضرت آدم علیہ السلام کو خلیفہ بنانے کا اعلان فرشتوں کے سامنے کر دیا تھا۔ انی جاعل فی الارض خلیفة (میں زمین پر اپنا ایک خلیفہ بنانے والا ہوں) اور پھر حضرت آدم کے آگے فرشتوں سے سجدہ کروانا بھی اس بات کی دلیل ہے کہ آپ کی خلافت کا تقرر ہو چکا تھا۔ اگر یہ آزمائشی خلافت ہوتی تو امتحان میں پاس ہونے کے بعد فرشتوں کو حضرت آدم کے لیے سجدہ کا حکم دیا جاتا نہ کہ پہلے۔

(ب) خلافت کا مقام زمین ہی ہے۔ قیامت کے بعد تو اس خلافت کا انعام ملے گا۔ یعنی جنت ابدی بات صرف یہ ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کو اس موقع پر نسیان ہو گیا تھا اور وہ شیطان کی طرف سے جنت کی طمع میں آگئے تھے اور وہ طمع مذموم نہیں بلکہ محمود ہے۔ لہذا مودودی صاحب کے خط کشیدہ الفاظ (یہ امیدوار تحریص و اطماع --- نسیان غالب آ

جاتا ہے) میں مروجہ الیکشن کی طرز پر ان کا یہ تبصرہ ایک مذاق ہے جس کی کوئی بنیاد نہیں۔

(۲) مودودی صاحب قصہ آدم کے سلسلہ میں اپنی تفسیر میں آیت وَلَقَدْ عَهِدْنَا إِلَى آدَمَ مِنْ قَبْلُ فَنَسِيَ وَلَمْ نَجِدْ لَهُ عَزْمًا (ہم نے اس سے پہلے آدم کو ایک حکم دیا تھا مگر وہ بھول گیا اور ہم نے اس میں عزم نہ پایا" (سورۃ طہ آیت ۱۱۵)---اس کے تحت لکھتے ہیں بعض لوگوں نے "اس میں عزم نہ پایا" کا مطلب یہ لیا ہے کہ : ہم نے اس میں نافرمانی کا عزم نہ پایا یعنی اس نے جو کچھ کیا بھولے سے کیا۔ نافرمانی کے عزم کی بناء پر نہیں کیا لیکن یہ خواہ مخواہ کا تکلف ہے یہ بات اگر کہنی ہوتی تو وَلَمْ نَجِدْ لَهُ عَزْمًا عَلَى الْعِصْيَانِ کہا جاتا نہ کہ محض لم نجد له عزما۔ آیت کے الفاظ صاف بتا رہے ہیں کہ فقدان عزم سے مراد اطاعت حکم کے عزم کا فقدان ہے نہ کہ نافرمانی کے عزم کا فقدان۔ علاوہ بریں اگر موقع و محل اور سیاق و سباق کی مناسبت کو دیکھا جائے تو صاف محسوس ہوتا ہے کہ یہاں اللہ تعالیٰ آدم علیہ السلام کی پوزیشن صاف کرنے کے لیے یہ قصہ بیان نہیں کر رہا ہے بلکہ یہ بتانا چاہتا ہے کہ بشری کمزوری کیا تھی جس کا صدور ان سے ہوا۔ الخ (تفہیم القرآن جلد ثالث۔ سورہ طہ ص ۹۴ طبع ہشتم اکتوبر ۱۹۷۵ء)

الجواب

جس درخت کا پھل کھانے سے حضرت آدم علیہ السلام کو منع فرمایا گیا تھا۔ آپ نے اس کو شیطان کے فریب کی بناء پر کھا لیا لیکن یہ صورتاً نافرمانی اور گناہ ہے حقیقتاً نہیں۔ کیونکہ یہ نسیان اور بھول جانے کی وجہ سے تھا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے خود فرمایا : فنسی (آدم بھول گئے) اس سے تو یہ ثابت ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کی پوزیشن صاف کرنے کے لیے یہ قصہ بیان کیا ہے تاکہ ناواقف لوگ یہ نہ سمجھیں کہ حضرت آدم علیہ السلام نے قصد و ارادہ سے اللہ تعالیٰ کے حکم کی خلاف ورزی کی تھی۔ اس لیے مودودی صاحب کا یہ کہنا بالکل غلط ہے کہ :

"یہاں اللہ تعالیٰ آدم علیہ السلام کی پوزیشن صاف کرنے کے لیے یہ قصہ بیان نہیں کر رہا۔"

(۲) مودودی صاحب کا یہ لکھنا بھی غلط ہے کہ فقدان عزم سے مراد اطاعت حکم کے عزم کا فقدان ہے "کیونکہ حضرت آدم علیہ السلام کا یہ پختہ ارادہ تھا کہ وہ حکم خداوندی پر عمل کریں گے۔ ورنہ اگر پہلے سے ہی آپ کا ارادہ نہ ہوتا تو یہ قصداً نافرمانی ہوتی اور اس کو اللہ تعالیٰ نسیان پر مبنی قرار نہ دیتے۔

(۳) حضرت آدم کے لیے عزم پر قائم نہ رہنے کا تعلق ایک دوسرے پہلو سے ہے اور وہ یہ کہ اگر آپ زیادہ احتیاط سے کام لیتے تو شاید نسیان سے بھی محفوظ ہو جاتے اور یہ ایک لغزش ہے نہ کہ اطاعت حکم کے عزم کا فقدان۔ چنانچہ حضرت مولانا مفتی محمد شفیعؒ صاحب بانی دار العلوم کراچی و سابق مفتی دار العلوم دیوبند فرماتے ہیں: "در حقیقت یہ بھول ہے جو گناہ نہیں مگر حضرت آدم علیہ السلام کے مقام بلند اور تقرب حق سبحانہ و تعالیٰ کے لحاظ سے اس کو بھی ان کے حق میں ایک لغزش قرار دی گئی۔ جس پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے عتاب ہوا اور ان کو متنبہ کرنے کے لیے اس لغزش کو عصیان کے لفظ سے تعبیر کیا گیا"------

(ب) حضرت آدم علیہ السلام میں عزم نہ پائے جانے کے متعلق فرماتے ہیں: عزم کے معنی کسی کام کے ارادہ پر مضبوطی سے قائم رہنے کے ہیں۔ حضرت آدم علیہ السلام حکم ربانی کی تعمیل کا مکمل فیصلہ اور قصد کیے ہوئے تھے مگر شیطانی وساوس سے اس قصد کی مضبوطی میں فرق آگیا اور بھول نے اس پر قائم نہ رہنے دیا۔ واللہ اعلم (تفسیر معارف القرآن جلد ششم۔ سورہ طٰہٰ ص ۱۵۵، ۱۵۶)

یعنی بھول کی وجہ سے اطاعت حکم ربانی کے قصد پر قائم نہ رہ سکے حالانکہ مودودی صاحب کا مطلب یہ ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام میں اطاعت حکم خداوندی کا عزم نہیں تھا جو بالکل غلط ہے۔

(۶) حضرت یونسؑ سے فریضہ رسالت کی ادائیگی میں کوتاہیاں ہوئیں

سورہ یونس آیت ۹۸۔ فَلَوْلَا كَانَتْ قَرْيَةٌ آمَنَتْ فَنَفَعَهَا إِيمَانُهَا إِلَّا قَوْمَ يُونُسَ۔ کی تفسیر میں مودودی صاحب نے لکھا ہے "تاہم قرآن کے اشارات اور صحیفہ یونس کی تفصیلات پر غور کرنے سے اتنی بات صاف معلوم ہوتی ہے کہ حضرت یونسؑ سے فریضہ ء رسالت کی ادائیگی میں کچھ کوتاہیاں ہو گئی تھیں اور غالباً انہوں نے بے صبر

ہو کر قبل از وقت اپنا مستقر بھی چھوڑ دیا تھا اس لیے جب آثار عذاب دیکھ کر آشوریوں نے توبہ و استغفار کی تو اللہ تعالیٰ نے انہیں معاف کر دیا- قرآن مجید میں خدائی دستور کے جو اصول و کلیات بیان کیے گئے ہیں ان میں ایک مستقل دفعہ یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی قوم کو اس وقت تک عذاب نہیں دیتا جب تک اس پر اپنی حجت پوری نہیں کر لیتا- پس جب نبی ادائے رسالت میں کوتاہی کر گیا اور اللہ کے مقرر کردہ وقت سے پہلے بطور خود اپنی جگہ سے ہٹ گیا تو اللہ تعالیٰ کے انصاف نے اس کی قوم کو عذاب دینا گوارا نہ کیا- کیونکہ اس پر اتمام حجت کی قانونی شرائط پوری نہیں ہوئی تھیں-(تفہیم القرآن حصہ دوم طبع اول حاشیہ ۳۱۲)

تبصرہ

مودودی صاحب کا یہ لکھنا منصب نبوت کے صریح خلاف ہے کہ حضرت یونسؑ سے فریضہ رسالت کی ادائیگی میں کچھ کوتاہیاں ہو گئی تھیں ---پس جب نبی ادائے رسالت میں کوتاہی کر گیا کیونکہ انبیائے کرام علیہم السلام کی عصمت کا اصل تعلق ان کے فریضہ رسالت کی ادائیگی ہی سے ہے تاکہ وہ منصب رسالت کے فرائض کی ادائیگی میں ذرہ برابر بھی کوتاہی نہ کر سکیں اور ان کے اقوال و افعال کو اہل ایمان بلا تامل تسلیم کر لیں اور کسی کے نزدیک ان میں ادنیٰ سے ادنیٰ غلطی کا احتمال باقی نہ رہے-البتہ ان سے کسی ذاتی فعل میں تو لغزش ہو سکتی ہے جس کو زلت سے تعبیر کیا جاتا ہے لیکن فریضہ رسالت کی ادائیگی میں کوتاہی نہیں ہو سکتی-راقم الحروف نے مودودی صاحب کے اس نظریہ کا مدلل اور مکمل ابطال کیا ہے جس کی مختصر بحث میری تصنیف "مودودی مذہب" میں اور مفصل بحث میری کتاب "علمی محاسبہ" میں موجود ہے جو مفتی محمد یوسف صاحب مودودی کی کتاب بنام "مولانا مودودی پر اعتراضات کا علمی جائزہ" کے جواب میں لکھی گئی ہے- اور اہل سنت والجماعت کا مسلک حق یہی ہے کہ انبیائے کرام علیہم السلام سے فریضہء رسالت کی ادائیگی میں لغزش کا صدور نہیں ہو سکتا- چنانچہ

(۱) حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ (کراچی) مودودی صاحب کی تفسیر تفہیم القرآن سے حضرت یونس علیہ السلام کے متعلق مذکورہ بالا عبارت نقل کرنے کے بعد ان کے نظریہ کی تردید کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"یہاں سب سے پہلے دیکھنے کی بات یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام کا گناہوں سے معصوم ہونا تو ایک مسلمہ عقیدہ ہے جس پر تمام امت کا اجماع ہے۔اس کی تفصیلات میں کچھ جزوی اختلافات بھی ہیں کہ یہ عصمت ہر قسم کے صغیرہ گناہوں سے یا صرف کبیرہ سے اور یہ کہ عصمت قبل از نبوت کے زمانے کو بھی شامل ہے یا نہیں۔لیکن اس میں کسی فرقہ ۔ کسی شخص کا اختلاف نہیں ہے کہ انبیاء علیہم السلام سب کے سب ادائے رسالت کے فریضہ میں کبھی کوتاہی نہیں کر سکتے۔ کیونکہ انبیاء کے لیے اس سے بڑا کوئی گناہ نہیں ہو سکتا کہ جس منصب کے لیے اللہ تعالیٰ نے ان کا انتخاب فرمایا ہے خود اسی میں کوتاہی کر بیٹھیں۔ یہ تو فرض منصبی میں کھلی ہوئی خیانت ہے جو عام شریف انسانوں سے بھی بعید ہے اس کوتاہی سے بھی اگر پیغمبر معصوم نہ ہوتا تو پھر دوسرے گناہوں سے عصمت بے فائدہ ہے۔ قرآن وسنت کے مسلمہ اصول اور اجتماعی عقیدہ عصمت انبیاء کے بظاہر خلاف اگر کسی جگہ قرآن وحدیث میں بھی کوئی بات نظر آتی تو اصول مسلمہ کی رو سے ضروری تھا کہ اس کی تفسیر و معنی کی کوئی ایسی توجیہ تلاش کی جاتی جس سے وہ قرآن وحدیث کے قطعی الثبوت اصول سے متصادم و مختلف نہ رہے مگر یہاں تو عجیب بات یہ ہے کہ مصنف موصوف (یعنی ابوالاعلیٰ مودودی صاحب) نے جس بات کو قرآنی اشارات اور صحیفہ یونس کی تفصیلات کے حوالہ سے پیش کیا ہے وہ صحیفہ یونس میں ہو تو ہو جس کا اہل اسلام میں کوئی اعتبار نہیں۔ قرآنی اشارہ تو ایک بھی نہیں ۔بلکہ ہوا یہ کہ کئی مقدمے جوڑ کر یہ نتیجہ زبردستی نکالا گیا ہے۔ پہلے تو یہ فرض کر لیا گیا کہ قوم یونس علیہ السلام سے عذاب کا ٹل جانا خدائی دستور کے خلاف واقع ہوا جو خود اسی آیت کے سیاق وسباق کے بھی بالکل خلاف ہے اور اہل تحقیق ائمہ

تفسیر کی تصریحات کے بھی خلاف ہے۔اس کے ساتھ یہ فرض کر لیا گیا کہ خدائی قانون کو اس موقع پر اس لیے توڑا گیا تھا کہ خود فریضہ رسالت کی ادائیگی میں کوتاہیاں ہو گئی تھیں۔اس کے ساتھ یہ بھی فرض کر لیا کہ پیغمبر(کے لیے اللہ تعالیٰ کی طرف سے کوئی خاص وقت نکلنے کا مقرر کر دیا گیا تھا وہ اس وقت مقرر سے پہلے فریضہ دعوت کو چھوڑ کر بھاگ کھڑے ہوئے۔اگر ذرا بھی غور و انصاف سے کام لیا جائے تو ثابت ہو جائے گا کہ قرآن وحدیث کا کوئی اشارہ ان فرضی مقدمات کی طرف نہیں پایا جاتا۔"الخ(تفسیر معارف القرآن جلد رابع ص ۵۷۱)

تفہیم القرآن کا دوسرا ایڈیشن

علمائے حق کے اعتراضات کے بعد مودودی صاحب نے سورۃ یونس کی تفسیر کی مذکورہ قابل اعتراض عبارت میں دوسرے ایڈیشن میں کچھ ترمیم کر کے حسب ذیل عبارت لکھی:

تاہم قرآن کے اشارات اور صحیفہ یونس کی تفصیلات پر غور کرنے سے وہی بات صحیح معلوم ہوتی ہے جو مفسرین قرآن نے بیان کی ہے۔کہ حضرت یونس علیہ السلام چونکہ عذاب کی اطلاع دینے کے بعد اللہ تعالیٰ کی اجازت کے بغیر اپنا مستقر چھوڑ کر چلے گئے تھے۔اس لیے جب آثار عذاب دیکھ کر آشوریوں نے توبہ واستغفار کی تو اللہ تعالیٰ نے انہیں معاف کر دیا۔قرآن مجید میں خدائی دستور کے جو اصول وکلیات بیان کیے گئے ہیں۔ان میں ایک مستقل دفعہ یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی قوم کو اس وقت تک عذاب نہیں دیتا جب تک اس پر اپنی حجت پوری کر نہیں لیتا۔پس جب نبی نے اس قوم کی مہلت کے آخری لمحے تک نصیحت کا سلسلہ جاری نہ رکھا اور اللہ کے مقرر کردہ وقت سے پہلے بطور خود ہی وہ ہجرت کر گیا تو اللہ تعالیٰ کے انصاف نے اس کی قوم کو عذاب دینا گوارا نہ کیا کیونکہ اس پر اتمام حجت کی قانونی شرائط پوری نہیں ہوئی تھیں"الخ(تفہیم القرآن سورۃ یونس، طبع نہم مئی ۱۹۷۵ء)

گو مودودی صاحب نے دوسرے ایڈیشن میں یہ الفاظ حذف کر دیئے ہیں کہ :"حضرت یونس سے فریضہ رسالت کی ادائیگی میں کچھ کوتاہیاں ہو گئی تھیں اور غالباً انہوں نے بے صبر ہو کر قبل از وقت اپنا مستقر بھی چھوڑ دیا تھا"---لیکن موجودہ عبارت کا مطلب بھی وہی نکلتا ہے کہ حضرت یونس علیہ السلام چونکہ اتمام حجت نہیں کر سکے اس لیے قوم کو اللہ تعالیٰ نے عذاب سے بچا لیا اور اتمام حجت نہ کر سکنے کی وجہ بھی یہی ہو سکتی ہے کہ حضرت یونس علیہ السلام نے فریضہ رسالت پوری طرح ادا نہیں کیا تھا (العیاذ باللہ)

۷-امام الانبیاءؐ نے بھی فرائض میں کوتاہیاں کی ہیں

مودودی صاحب نے نہ صرف یہ کہ حضرت یونسؑ پر فریضہ رسالت کی ادائیگی میں کوتاہیاں کرنے کا الزام لگایا ہے بلکہ یہی کوتاہیاں انہوں نے امام الانبیاء علیہ السلام کی طرف منسوب کر دی ہیں چنانچہ سورۃ اِذَا جَآءَ نَصۡرُ اللّٰہِ کی تشریح میں لکھا ہے-اس طرح جب وہ کام تکمیل کو پہنچ گیا جس پر محمد ﷺ کو مامور کیا گیا تھا تو آپ سے ارشاد ہوتا ہے کہ اس کارنامے کو اپنا کارنامہ سمجھ کر کہیں فخر نہ کرنے لگ جانا- نقص سے پاک بے عیب ذات اور کامل ذات صرف تمہارے رب ہی کی ہے- لہٰذا اس کار عظیم کی انجام دہی پر اس کی تسبیح اور حمد و ثنا کرو اور اس ذات سے درخواست کرو کہ مالک-اس ۲۳ سال کے زمانہ خدمت میں اپنے فرائض ادا کرنے میں جو خامیاں اور کوتاہیاں مجھ سے سرزد ہو گئی ہوں انہیں معاف فرما" (قرآن کی چار بنیادی اصطلاحیں ص ۱۵۶ چودھواں ایڈیشن نومبر ۱۹۸۱ء)

تبصرہ

بے شک اللہ تعالیٰ اپنی ربوبیت میں کامل ہے وہ وحدہ لاشریک ہے لیکن رسول اللہ ﷺ بھی کمالات نبوت و رسالت میں کامل ہیں اور فریضہ رسالت کی ادائیگی میں بھی کامل ہیں اور آپ سے اس دائرہ میں کوئی کوتاہی سرزد نہیں ہوئی-

(۸) امام الانبیاءؐ بھی شک میں رہے

دجال کی بحث میں مودودی صاحب نے لکھا ہے: "دجال کے متعلق جتنی احادیث نبی ﷺ سے مروی ہیں ان کے مضمون پر مجموعی نظر ڈالنے سے یہ بات صاف واضح ہو جاتی ہے کہ حضورؐ کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس معاملہ میں جو علم ملا تھا وہ صرف اس حد تک تھا کہ بڑا دجال ظاہر ہونے والا ہے اس کی یہ اور یہ صفات ہوں گی اور وہ ان خصوصیات کا حامل ہوگا لیکن یہ آپ کو نہیں بتایا گیا کہ وہ کب ظاہر ہوگا اور یہ کہ آیا وہ آپ کے عہد میں پیدا ہو چکا ہے یا آپ کے بعد کسی بعید زمانہ میں پیدا ہونے والا ہے --- ان امور کے متعلق جو مختلف باتیں حضورؐ سے احادیث میں منقول ہیں وہ دراصل آپ کے قیاسات ہیں۔ جن کے بارے میں آپ خود شک میں تھے۔" (ب) یہ تردد اول تو خود ظاہر کرتا ہے کہ یہ باتیں آپ نے علم وحی کی بنا پر نہیں فرمائی تھیں اور آپ کا گمان وہ چیز نہیں جس کے صحیح نہ ثابت ہونے سے آپ کی نبوت پر کوئی حرف آتا ہو" (ج) حضورؐ کو اپنے زمانے میں یہ اندیشہ تھا کہ شاید دجال آپ کے ہی عہد میں ظاہر ہو جائے یا آپ کے بعد کسی قریبی زمانہ میں ظاہر ہو۔ لیکن کیا ساڑھے تیرہ سو برس کی تاریخ نے یہ ثابت نہیں کر دیا کہ حضورؐ کا یہ اندیشہ صحیح نہیں تھا۔" (ماہنامہ ترجمان القرآن فروری ۱۹۴۶ء)

تبصرہ

دجال کا ظہور قیامت کی علامات میں سے ہے جن کے متعلق حضرت محمد رسول اللہ ﷺ نے بذریعہ وحی اطلاع دی ہے۔ آنحضرت کی پیشگوئیاں وحی پر مبنی ہیں نہ کہ قیاسات پر چنانچہ قرآن حکیم میں ارشاد خداوندی ہے۔ وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوَىٰ إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُوحَىٰ (سورۃ النجم آیت ۴) اور نہ آپ اپنی نفسانی خواہش سے باتیں بناتے ہیں ان کا ارشاد نری وحی ہے جو ان پر بھیجی جاتی ہے" (ترجمہ حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانویؒ) اس آیت کے تحت حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب لکھتے ہیں۔ یعنی رسول اللہ ﷺ اپنی طرف سے باتیں بنا کر اللہ کی طرف منسوب کریں اس کا قطعاً کوئی امکان نہیں" (معارف

القرآن جلد ہشتم ص ۱۹۴)

(۲) اگر کسی امر میں نبی کریم ﷺ کی اجتہادی رائے اولیٰ (بہتر) نہ ہو تو اس کی بھی بذریعہ وحی اصلاح کر دی جاتی ہے۔ اسی بنا پر اہل سنت والجماعت کا اجتماعی عقیدہ ہے کہ سہو کی بنا پر بھی اگر آپ نے کوئی عمل کیا ہو تو بعد میں بذریعہ وحی آپ کو مطلع کر دیا جاتا ہے اور سہو نسیان یا خطائے اجتہادی پر بھی آپ کو باقی نہیں رہنے دیا جاتا تاکہ ہر پہلو سے آپ کی عصمت کاملہ کا عقیدہ امت کے پیش نظر رہے لیکن مودودی صاحب نے اپنی کج فہمی کی بنا پر یہاں تک خود ساختہ نظریہ قائم کر لیا کہ آپ دجال کے متعلق ایک بات میں وفات تک شک میں رہے اور اللہ تعالیٰ نے بھی بذریعہ وحی آپ کو حقیقت حال سے مطلع نہیں فرمایا۔ حتی کہ ساڑھے تیرہ سو سال کی تاریخ نے یہ ثابت کر دیا کہ دجال کے بارے میں آپ کا وہ اندیشہ صحیح نہ تھا۔ العیاذ باللہ۔ مرزا غلام احمد قادیانی دجال کذاب تھا۔ اس کی پیش گوئی صحیح ثابت نہیں ہوئی۔ لیکن مرزا قادیانی کے پیروکاروں کو (قادیانی ہوں یا لاہوری مرزائی) مودودی صاحب کے اس نظریہ کے تحت تاویل کرنے کی بظاہر گنجائش مل جاتی ہے اور حضور خاتم النبیین ﷺ کے دوسرے کئی ارشادات میں بھی غلطی کا احتمال ہو سکتا ہے جن کا تعلق امور غیبیہ کے ساتھ ہو یا کسی قسم کی پیش گوئی کے ساتھ ہو۔

دوسرا ایڈیشن

جب علمائے حق نے مودودی صاحب کے نظریہ دجال پر اعتراض کیا تو انہوں نے زیر بحث عبارت میں ترمیم کر کے حسب ذیل الفاظ لکھے:

لیکن کیا یہ واقعہ نہیں ہے کہ ساڑھے تیرہ سو سال گزر چکے ہیں اور ابھی تک دجال نہیں آیا۔" (ترجمان القرآن فروری ۱۹۵۵ء) علاوہ ازیں رسائل و مسائل حصہ اول طبع دوم ص ۵۷ پر سابقہ عبارت میں ترمیم کر کے حسب ذیل عبارت لکھی: کیا ساڑھے تیرہ سو برس کی تاریخ نے یہ ثابت نہیں کر دیا کہ حضور کا اندیشہ قبل از وقت تھا۔" لیکن ان ترمیمی الفاظ کے باوجود بات وہی رہتی ہے جس کی بنا پر حضور خاتم النبیین ﷺ کے ان ارشادات پر مکمل اعتماد نہیں رہتا جن کا تعلق کسی قسم کی پیش گوئی سے ہے۔ کاش کہ مودودی صاحب اپنی غلطی تسلیم کر کے مقام عصمت انبیاء علیہم السلام کا تحفظ

کرتے۔ ظہور دجال وغیرہ کی مفصل بحث بندہ نے اپنی کتاب "علمی محاسبہ" میں مفصل لکھ دی ہے۔ یہاں مختصر تبصرہ ہی کافی ہے۔

(۹) قرآن سے حضرت عیسیٰؑ کے رفع جسمانی کا انکار

سورۃ النساء آیت ۱۵۸۔ بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ (بلکہ اللہ نے اس کو اپنی طرف اٹھالیا۔ اللہ زبردست طاقت رکھنے والا اور حکیم ہے) کے تحت مودودی صاحب لکھتے ہیں: صفحہ ۱۹۵۔ یہ اس معاملہ کی اصل حقیقت ہے جو اللہ تعالیٰ نے بتائی ہے۔ اس میں جزم اور صراحت کے ساتھ جو چیز بتائی گئی ہے وہ صرف یہ ہے کہ حضرت مسیح کو قتل کرنے میں یہودی کامیاب نہیں ہوئے اور یہ کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنی طرف اٹھالیا۔ اب رہا یہ سوال کہ اٹھالینے کی کیفیت کیا تھی تو اس کے متعلق کوئی تفصیل قرآن میں نہیں بتائی گئی۔ قرآن نہ اس کی تصریح کرتا ہے کہ اللہ ان کو جسم و روح کے ساتھ کرہ زمین سے اٹھا کر آسمانوں پر کہیں لے گیا اور نہ ہی صاف کہتا ہے کہ انہوں نے زمین پر طبعی موت پائی اور صرف ان کی روح اٹھائی گئی۔ اس لیے قرآن کی بنیاد پر نہ تو ان میں سے کسی ایک پہلو کی قطعی نفی کی جا سکتی ہے اور نہ اثبات۔ لیکن قرآن کے انداز بیان پر غور کرنے سے یہ بات بالکل نمایاں طور پر محسوس ہوتی ہے کہ اٹھائے جانے کی نوعیت و کیفیت خواہ کچھ بھی ہو۔ بہر حال مسیح علیہ السلام کے ساتھ اللہ نے کوئی ایسا معاملہ ضرور کیا ہے جو غیر معمولی نوعیت کا ہے الخ (تفہیم القرآن جلد اول ص ۴۲۱ طبع دوم ۱۹۵۲ء) ایضاً تیرہواں ایڈیشن جنوری ۱۹۷۶ء)

تبصرہ

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا رفع جسمانی اور قرب قیامت میں اسی جسد عنصری کے ساتھ زمین پر نزول فرما کر دجال کو قتل کرنا امت مسلمہ کا اجماعی عقیدہ ہے جس کا منکر کافر ہے۔ حضرت مولانا مفتی محمد شفیع رحمۃ اللہ علیہ آیات: وَمَا قَتَلُوْهُ يَقِيْنًا۝ بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ۝ کے تحت لکھتے ہیں۔ ان آیات میں بھی یہود کے بعض جرائم کی تفصیل مذکور ہے۔ اس

کے ضمن میں حضرت عیسیٰ کے متعلق ان کے باطل خیال کی تردید کی گئی ہے اور یہ واضح کر دیا گیا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے ان کے ظلم و ستم سے بچا کر زندہ آسمان پر اٹھا لیا ہے الخ (تفسیر معارف القرآن جلد دوم سورۃ النساء ص ۵۹۹)

(ب) علاوہ ازیں حضرت مفتی صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ سورۃ آل عمران آیت: ۵۵- اذ قال اللہ یعیسی انی متوفیك و رافعك الی ٥ (جس وقت کہا اللہ نے اے عیسیٰ میں لے لوں گا تجھ کو اور اٹھالوں گا اپنی طرف) کی تفسیر میں لکھتے ہیں: ان دونوں گروہوں کے بالمقابل اسلام کا وہ عقیدہ ہے جو اس آیت اور دوسری کئی آیتوں میں وضاحت سے بیان ہوا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو یہودیوں کے ہاتھ سے نجات دینے کے لیے آسمان پر زندہ اٹھا لیا - نہ انکو قتل کیا جا سکا نہ سولی پر چڑھایا جا سکا - وہ زندہ آسمان پر موجود ہیں اور قرب قیامت میں آسمان سے نازل ہو کر یہودیوں پر فتح پائیں گے اور آخر میں طبعی موت سے وفات پائیں گے - اسی عقیدہ پر تمام امت مسلمہ کا اجماع و اتفاق ہے - حافظ ابن حجرؒ نے تلخیص الحبیر ص ۳۱۹ میں یہ اجماع نقل کیا ہے - قرآن مجید کی متعدد آیات اور حدیث کی متواتر روایات سے یہ عقیدہ اور اس پر اجماع امت سے ثابت ہے نہ کہ صرف احادیث سے (معارف القرآن صفحہ ۷۹)" اور مودودی صاحب گو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زندہ رہنے اور قرب قیامت میں اس جسم عنصری کے ساتھ نازل ہونے کے قائل ہیں اور اس کی تائید میں انہوں نے تفسیر تفہیم القرآن جلد چہارم سورۃ الاحزاب میں احادیث کا ایک ذخیرہ بھی نقل کر دیا ہے لیکن وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے رفع جسمانی کو قرآن سے تسلیم نہیں کرتے جیسا کہ انہوں نے آیت بل رفعه الله کی منقولہ بالا عبارت میں واضح طور پر لکھ دیا ہے کہ: قرآن نہ اس کی تصریح کرتا ہے کہ اللہ ان کو جسم و روح کے ساتھ کرہ زمین سے اٹھا کر آسمانوں پر کہیں لے گیا اور نہ ہی صاف کہتا ہے کہ انہوں نے زمین پر طبعی موت پائی اور صرف ان کی روح اٹھائی گئی-" بے شک قران میں اس بات کا ذکر نہیں ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے زمین پر طبعی موت پائی ہے اور صرف ان کی روح اٹھائی گئی اور اس سے مرزا غلام احمد قادیانی دجال کے اس نظریہ کی تو تردید ہو جاتی ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر طبعی موت واقع ہو چکی ہے لیکن اس

کے برعکس اسی آیت بل رفعه الله الیه سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا رفع جسمانی تو ثابت ہوتا ہے کیونکہ آیت کا مفہوم یہ ہے کہ جس عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق یہود و نصاریٰ کا عقیدہ تھا کہ ان کو قتل کیا گیا اور سولی پر چڑھایا گیا ہے اسی کے متعلق اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ان کو اس نے اپنی طرف اٹھالیا۔ گو آسمان پر اٹھائے جانے کی تصریح نہیں ہے لیکن جسم عنصری سمیت اٹھائے جانے کی اس میں تصریح پائی جاتی ہے کیونکہ جس کو وہ قتل کرنا چاہتے تھے اس کو اللہ تعالیٰ نے اپنی طرف اٹھالیا۔ ظاہر ہے کہ یہود و نصاریٰ کے نزدیک مقتول و مصلوب صرف حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا جسم ہی تھا اس لیے اسی جسم (مع الروح) کو اللہ تعالیٰ نے اپنی طرف اٹھالیا اور روح کا اٹھالینا تو یہاں بالکل ثابت ہی نہیں ہو سکتا (جس کا مرزا غلام احمد قادیانی اور اس کے ماننے والے دعویٰ کرتے ہیں) کیونکہ قتل ہو یا طبعی موت روح تو ہر شخص کی اٹھالی جاتی ہے اور روح کا اٹھایا جانا کوئی غیر معمولی واقعہ نہیں ہو سکتا۔ حالانکہ مودودی صاحب بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰه الیه کو خود غیر معمولی واقعہ تسلیم کر رہے ہیں۔ چنانچہ لکھتے ہیں۔

بہر حال مسیح علیہ السلام کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے کوئی ایسا معاملہ ضرور کیا ہے جو غیر معمولی نوعیت کا ہے" اس لیے یہ دوسرا پہلو متعین ہو گیا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو جسم عنصری سمیت اٹھالیا تھا۔ اگر مودودی صاحب سیاسی تفکرات کے چکر سے نکل کر غور و فکر سے کام لیتے تو قرآن سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے رفع جسمانی کا انکار نہیں کر سکتے تھے مگر انہوں نے صرف روح کے اٹھائے جانے اور جسم مع الروح کے اٹھائے جانے کو مساوی درجہ دے کر عقیدہ رفع جسمانی کی قطعیت کا انکار کر کے شعوری یا غیر شعوری طور پر قادیانی باطل نظریے کی گنجائش کا بھی راستہ چھوڑ دیا۔ واللہ الہادی۔

۱۰۔ اللہ تعالیٰ نے ہر نبی سے خود غلطیاں کرائی ہیں

اوریاہ کی بیوی کے قصے کی توجیہ کرتے ہوئے مودودی صاحب نے لکھا ہے: یعنی

یہ کہ معاملہ اوریاہ کی بیوی ہی کا تھا مگر اس کی اصلیت صرف اس قدر تھی کہ حضرت داؤدؑ نے اپنے عہد کی اسرائیلی سوسائٹی کے عام رواج سے متاثر ہو کر اوریاہ سے طلاق کی درخواست کی تھی۔ یہ تاویل اس لحاظ سے بھی مرجوع ہے کہ

اگر اوریاہ کی بیوی کے معاملہ کی سرے سے کوئی اصلیت ہی نہ ہوتی تو قرآن مجید اس پر صاف الفاظ میں اس کی تردید کرتا جس طرح سلیمانؑ کے حق میں کفر و شرک اور ساحری کے الزام کی تردید کی۔ کیونکہ یہودیوں میں یہ قصہ ایک امر واقعی کی طرح مشہور تھا اور قرآن کے لیے یہ غیر ممکن تھا کہ ایک نبی کا ذکر تو کرے مگر اس کے دامن پر ایسے شدید الزامات کا داغ بدستور رہنے دے۔ اس تاویل کو قبول کرنے میں لوگوں نے صرف اس بنا پر تامل کیا ہے کہ انبیاء کی طرف اس قسم کی لغزشوں کا انتساب عصمت انبیاء کے خلاف معلوم ہوتا ہے۔ لیکن ان حضرات نے شاید اس امر پر غور نہیں کیا کہ عصمت دراصل انبیاء کے لوازم ذات سے نہیں ہے بلکہ اللہ تعالیٰ نے ان کو منصب نبوت کی ذمہ داریاں صحیح طور پر ادا کرنے کے لیے مصلحتاً خطاؤں اور لغزشوں سے محفوظ فرمایا ہے۔ ورنہ اگر اللہ کی حفاظت تھوڑی دیر کے لیے بھی ان سے منفک ہو جائے تو جس طرح عام انسانوں سے بھول چوک اور غلطی ہوتی ہے اسی طرح انبیاء سے بھی ہو سکتی ہے اور یہ ایک لطیف نکتہ ہے کہ اللہ نے بالارادہ ہر نبی سے کسی نہ کسی وقت اپنی حفاظت اٹھا کر ایک دو لغزشیں سرزد ہونے دی ہیں تاکہ لوگ انبیاء کو خدا نہ سمجھ لیں اور جان لیں کہ یہ بشر ہیں خدا نہیں ہیں۔" (تفہیمات حصہ دوم ص ۴۳ طبع دوم دسمبر ۱۹۵۵ء)

تبصرہ

مودودی صاحب نے مندرجہ بالا عبارت میں عصمت انبیاء علیہم السلام کے متعلق جو نظریہ پیش کیا ہے یہ ملحدانہ نظریہ ہے جس سے عصمت انبیاء کی نورانی چادر تار تار ہو جاتی ہے اور یہ اسی باطل نظریے کی کرشمہ سازیاں ہیں جو انہوں نے انبیاء کرام علیہم السلام کو بھی اپنے تنقیدی قلم سے معاف نہیں کیا حتیٰ کہ امام الانبیاء و المرسلین خاتم النبیین حضرت محمد رسول اللہ ﷺ پر بھی اپنا تنقیدی نشتر چلا دیا جیسا کہ ان کی محولہ زیر بحث عبارتوں سے ثابت ہے۔

(۲) شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی قدس سرہ (سابق شیخ الحدیث دارالعلوم دیوبند ضلع سہارنپور۔ بھارت) نے مودودی صاحب کے پیش کردہ اس نظریے پر

سخت گرفت کی ہے کہ:

''عصمت دراصل انبیاء کے لوازم ذات سے نہیں ہے'' الخ

چنانچہ حضرت مولانا مدنی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ: ایسی صورت میں تو کوئی نبی بھی معیار حق نہیں رہ سکتا اور نہ کسی نبی پر ہمیشہ اعتماد ہو سکتا ہے۔ جو حکم بھی ہوگا اس میں یہ احتمال موجود ہے کہ کہیں وہ عصمت اور حفاظت کے اٹھ جانے کے زمانہ کا نہ ہو۔''

(ب) مودودی صاحب کا یہ کہنا کہ: عصمت دراصل انبیاء کے لوازم ذات سے نہیں ہے۔ بالکل غلط ہے۔ انبیاء علیہم السلام کی عصمت نبوت کے لوازم ذاتیہ میں سے ہی ہے۔ ہاں حیثیت نبوت لوازم ذاتیہ میں سے ہے حیثیت بشریت نہیں ہے اور اسی طرح عصمت ان کی دائمی ہے کسی وقت ان سے جدا نہیں ہوتی۔ جن امور کو مودودی صاحب لغزشیں شمار کرتے ہوئے عصمت کا اٹھ جانا سمجھتے ہیں یہ ان کی غلطی ہے' یہ امور معصیت میں ہیں ہی نہیں' صرف صورت معصیت ہے۔

(ج) مودودی صاحب کا یہ ارشاد تاکہ لوگ انبیاء کو خدا نہ سمجھیں اور جان لیں کہ یہ بھی بشر ہیں نہایت عجیب فلسفہ ہے۔ بشریت کے پہچاننے کے واسطے بھوک' پیاس' بیماریاں' نوم وغیرہ ظاہری لوازم بشریت کافی ہیں۔ زلتیں اور معاصی کے صدور کی نہ ضرورت ہے اور نہ ان کو ہر شخص محسوس کر سکتا ہے اور نہ یہ لوازم بشریت سے ہیں (ملاحظہ ہو کتاب۔ ''مودودی دستور اور عقائد کی حقیقت مصنفہ حضرت مولانا مدنیؒ)

۱۱۔ مودودی صاحب کی پاک دامنی

مودودی صاحب اپنی ذات کے متعلق لکھتے ہیں: ''خدا کے فضل سے میں کوئی کام یا کوئی بات جذبات سے مغلوب ہو کر نہیں کیا اور کہا کرتا۔ ایک ایک لفظ جو میں نے اپنی تقریر میں کہا ہے اور یہ سمجھتے ہوئے کہا ہے کہ اس کا حساب مجھے خدا کو دینا ہے نہ کہ بندوں کو۔ چنانچہ میں اپنی جگہ بالکل مطمئن ہوں کہ میں نے کوئی لفظ بھی خلاف حق نہیں کہا۔'' (رسائل و مسائل حصہ اول ص ۳۰۶ طبع دوم بحوالہ ماہنامہ ترجمان القرآن مارچ تا جون ۱۹۴۵ء)

--- قارئین حضرات! خود ہی فیصلہ فرمائیں کہ وہ ابوالاعلیٰ مودودی جو انبیائے معصومین علیہم السلام کی غلطیاں اور کمزوریاں ثابت کرتے ہیں اور جنہوں نے یہ اختراعی ضابطہ کلیہ بیان کیا ہے کہ جس طرح عام انسانوں سے بھول چوک اور غلطی ہوتی ہے اسی طرح انبیاء سے بھی ہو سکتی ہے اور یہ ایک لطیف نکتہ ہے کہ اللہ نے بالارادہ ہر نبی سے کسی نہ کسی وقت اپنی حفاظت اٹھا کر ایک دو لغزشیں سرزد ہونے دی ہیں تاکہ لوگ انبیاء کو خدا نہ سمجھ لیں اور جان لیں کہ یہ بشر ہیں خدا نہیں ہیں۔"

(تفہیمات حصہ دوم طبع دوم ص ۴۳)

یعنی انبیائے کرام سے تو خطاؤں کا سرزد ہونا ضروری ہے حالانکہ وہ معصوم ہیں۔ ان پر وحی نازل ہوتی ہے۔ ان کی نبوت پر ایمان لانا فرض ہے۔ لیکن مودودی صاحب کی شخصیت اتنی عظیم ہے کہ وہ کوئی کام جذبات سے مغلوب ہو کر نہیں کرتے اور ان کا قول و فعل حق ہی حق ہوتا ہے" العیاذ باللہ جس سیاسی لیڈر کے سینہ میں ایسا کبر و غرور ہو۔ کیا اس کو علم و فہم قرآن کی نعمت نصیب ہو سکتی ہے۔ اس کبر و نخوت اور فخر و انانیت کا ظہور ان کی تصانیف میں پایا جاتا ہے اور اسی کے تقاضا سے انہوں نے امام الانبیاء والمرسلین ﷺ کو بھی اپنی روایتی تنقید کا نشانہ بنایا ہے:

ع بسوخت عقل ز حیرت کہ ایں چہ بوالعجبی است

اللہ تعالیٰ امت مسلمہ کو تمام عصری فتنوں سے محفوظ رکھیں اور ہم سب کو محققین اہل السنت والجماعت کے مسلک حق کی اتباع و تبلیغ اور نصرت و تحفظ کی توفیق عطا فرمائیں۔ آمین بجاہ خاتم النبیین ﷺ۔

خادم اہل السنت (قاضی) مظہر حسین غفرلہ

خطیب مدنی جامع مسجد چکوال

امیر تحریک خدام اہل السنت پاکستان

۲۳ شوال ۱۴۰۳ھ

۴ اگست ۱۹۸۳ء

عقیدۂ عصمتِ انبیاء اور مودودی

تالیف

حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب دامت برکاتہم
بانی وامیر تحریک خدام اہل سنت پاکستان

5/-

عقیدۂ عصمتِ انبیاء اور مودودی

تالیف

حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب دامت برکاتہم
بانی وامیر تحریک خدام اہل سنت پاکستان

ملنے کے پتے
مکتبہ خدامِ اہلِ سنّت ۔ مدنی جامع مسجد ۔ چکوال
مکتبہ حنفیہ ، جامعہ حنفیہ تعلیم الاسلام ، جہلم

مودودی عقائد و افکار کی حقیقت: کتاب میاں طفیل محمد کی دعوت اتحاد کا جائزہ" میں ہم نے شیعہ مذہب کے ان عقائد پر تبصرہ کیا تھا جو اسلام کے اصولی اور بنیادی عقائد سے متصادم ہیں اور ضمناً" اس میں بعض مودودی مسائل و نظریات کا تذکرہ بھی آگیا تھا۔ اب ہم جماعت اسلامی کے بانی اور امیر اول ابوالاعلی مودودی صاحب کے بعض ایسے عقائد و نظریات ان کی تصانیف سے پیش کرتے ہیں جو اہل السنت و الجماعت کے عقیدہ عصمت انبیاء علیہم السلام کے خلاف ہیں۔ حالانکہ منصب نبوت و رسالت ایک خاص وہبی نعمت ہے جو اللہ تعالی اور اس کے بندوں کے درمیان ایک مستقل واسطہ ہے۔۔ حضرت آدم علیہ السلام اس دنیا میں پہلے انسان (بشر) اور پہلے نبی ہیں۔ آپ کے بعد تمام انبیاء کرام آپ کی اولاد میں سے ہیں اور انسان ہیں۔ لیکن سب معصوم (گناہوں سے پاک) ہیں۔ اور ان کے قلوب اتنے نورانی اور پاکیزہ ہیں کہ ان سے نہ صغیرہ گناہ سرزد ہوتا ہے نہ کبیرہ علاوہ ازیں وہ ہمیشہ اللہ تعالی کی خاص نگرانی اور حفاظت میں ہوتے ہیں البتہ ان سے بھول چوک ہوسکتی ہے (جس کو گناہ نہیں کہہ سکتے) اور جس کو شرعی اصطلاح میں زلت کہتے ہیں۔ اور بھول اور لغزش کا تعلق بھی ان کے فریضہ نبوت و رسالت سے نہیں ہوتا جس کی تفصیل اپنے مقام پر آئے گی۔ انشاء اللہ تعالی۔

(ا) انبیاء کا ایمان بالتوحید وہبی نہیں کسبی ہے: سورۃ ہود کی آیت نمبر ۱۷۔ اَفَمَنْ كَانَ عَلٰى بَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّهٖ وَيَتْلُوْهُ شَاهِدٌ مِّنْهُ کی تفسیر میں مودودی صاحب لکھتے ہیں۔ اس ارشاد سے یہ صاف معلوم ہوتا ہے کہ نبی ﷺ نزول قرآن سے پہلے ایمان بالغیب کی منزل سے گزر چکے تھے جس طرح سورۃ انعام میں حضرت ابراہیم کے متعلق بتایا گیا ہے کہ وہ نبی ہونے سے پہلے آثار کائنات کے مشاہدے سے توحید کی معرفت حاصل کرچکے تھے۔ اسی طرح یہ آیت صاف بتارہی ہے کہ نبی ﷺ نے بھی غور و فکر سے اس حقیقت کو پالیا تھا اور اس کے بعد قرآن نے آکر اس کی نہ صرف تصدیق و توثیق کی بلکہ آپ کو حقیقت کا براہ راست علم بھی عطا کردیا گیا (تفسیر تفہیم القرآن جلد دوم طبع نہم مئی ۱۹۷۵ء)

(ب) بعد ازاں سورۃ ہود آیت ۲۸۔ قَالَ يٰقَوْمِ اَرَءَيْتُمْ اِنْ كُنْتُ عَلٰى بَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّيْ کے تحت لکھتے ہیں:۔

"یہ وہی بات ہے جو ابھی پچھلے رکوع میں محمد ﷺ سے کہلوائی جاچکی ہے کہ پہلے میں خود آفاق و انفس میں خدا کی نشانیاں دیکھ کر توحید کی حقیقت تک پہنچ چکا تھا پھر خدا نے اپنی رحمت (یعنی وحی) سے مجھے نوازا اور ان حقیقتوں کا براہ راست علم مجھے بخش دیا جن پر میرا دل پہلے سے گواہی دے رہا تھا۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ تمام پیغمبر نبوت سے قبل اپنے غور و فکر سے ایمان بالغیب حاصل کرچکے ہوتے تھے تو پھر اللہ تعالی ان کو منصب نبوت عطاء

کرتے وقت ایمان بالشہادۃ عطا کرتا تھا"۔

(ج) ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے مودودی صاحب سورۃ ہود کی مذکورہ آیتوں کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں:۔

"اس سے یہ بات بالکل واضح ہوجاتی ہے کہ وحی کے ذریعہ سے حقیقت کا براہ راست علم پانے سے پہلے انبیاء علیہم السلام مشاہدے اور غور و فکر کی فطری قابلیتوں کو صحیح طریقے پر استعمال کر کے (جسے اوپر کی آیات میں بینہ من الرب سے تعبیر کیا گیا ہے) توحید و معاد کی حقیقتوں تک پہنچ جاتے تھے۔ اور ان کی یہ رسائی وہبی نہیں بلکہ کسبی ہوتی تھی۔ اس کے بعد پھر اللہ تعالی انہیں علم وحی عطا کرتا تھا اور یہ چیز کسبی نہیں بلکہ وہبی ہوتی تھی (رسائل و مسائل حصہ اول طبع دوم جون ۱۹۵۴ء ص ۲۹)

(۲) سورۃ الانعام آیات ۷۶۔ ۷۷۔ ۷۸ فلما جن علیه الیل رای کوکبا قال هذا ربی کی تفسیر میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے متعلق لکھتے ہیں:۔

یہاں حضرت ابراہیمؑ کے اس ابتدائی تفکر کی کیفیت بیان کی گئی ہے جو منصب نبوت پر سرفراز ہونے سے پہلے ان کے لئے حقیقت تک پہنچنے کا ذریعہ بنا۔ اس میں بتایا گیا ہے کہ ایک صحیح الدماغ اور سلیم النظر انسان جس نے سراسر شرک کے ماحول میں آنکھیں کھولی تھیں اور جسے توحید کی تعلیم کہیں سے حاصل نہ ہوسکتی تھی کس طرح آثار کائنات کا مشاہدہ کرکے اور ان پر غور و فکر اور ان سے صحیح استدلال کرکے امر حق معلوم کرنے میں کامیاب ہوگیا الخ (تفسیر تفہیم القرآن جلد اول ص ۵۵۷ تیرہواں ایڈیشن جنوری ۱۹۷۶ء)۔

تبصرہ: مودودی صاحب کا یہ نظریہ خلافِ حقیقت ہے کیونکہ آیات قرآنی سے ثابت ہوتا ہے کہ تمام انبیاء کرام علیہم السلام کا عقیدہ توحید وہبی ہوتا ہے اور وہ بغیر فکر و استدلال کے اپنی فطری بصیرت قلبی سے توحید پر یقین رکھتے ہیں اور وہ پیدائشی طور پر ہی موحد ہوتے ہیں البتہ دین و شریعت کی تفصیلات ان کو بعد میں بذریعہ وحی شرعی معلوم ہوتی ہے۔ منصب نبوت کی طرح ان کا عقیدہ توحید بھی وہبی ہوتا ہے اور اس میں وہ فکر و استدلال کے محتاج نہیں ہوتے۔ الست بربکم کے جواب میں جو انہوں نے بلیٰ کہا تھا وہی پیدائشاً" ان کے قلب منور پر نقش ہوتا ہے۔

انبیاء بھی خواہش نفس کی پیروی کرتے ہیں:

مودودی صاحب سورۃ ص آیت نمبر۲۶ ۔ وَلَا تَتَّبِعِ الْهَوٰى فَيُضِلَّكَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ کے تحت حضرت داوٗد علیہ السلام کے قصہ میں لکھتے ہیں:۔

"اور تو اور بسا اوقات پیغمبروں تک کو اس نفس شریر کی رہزنی کے خطرے پیش آئے ہیں۔ چنانچہ حضرت داوٗد جیسے جلیل القدر پیغمبر کو ایک موقع پر تنبیہ کی گئی ہے کہ لا تتبع الهوی فیضلک عن سبیل الله (ص ۲) ہوائے نفس کی پیروی نہ کرنا ورنہ یہ تمہیں اللہ کے

راستے سے بھٹکا دے گی۔" (تفہیمات جلد اول ص ۱۶۱ طبع پنجم ستمبر ۱۹۴۹ء)

(۲) سورۃ ص رکوع ۲ کی مذکورہ آیت کے تحت اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں:

"یہ وہ تنبیہ ہے جو اس موقع پر اللہ تعالیٰ نے توبہ قبول کرنے اور بلندی درجات کی بشارت دینے کے ساتھ حضرت داؤد کو فرمائی۔ اس سے یہ بات خود بخود ظاہر ہوجاتی ہے کہ جو فعل ان سے صادر ہوا تھا اس کے اندر خواہش نفس کا کچھ دخل تھا اس کا حاکمانہ اقتدار کے نامناسب استعمال سے بھی کوئی تعلق تھا اور وہ کوئی ایسا فعل تھا جو حق کے ساتھ حکومت کرنے والے کسی فرمانروا کو زیب نہ دیتا تھا۔" (تفہیم القرآن جلد رابع ص ۳۲۷ طبع ششم جون ۱۹۷۴ء)۔ (۳) مگر اس کی اصلیت صرف اس قدر تھی کہ حضرت داؤد علیہ السلام نے اپنے عہد کی اسرائیلی سوسائٹی کے عام رواج سے متاثر ہوکر اوریا سے طلاق کی درخواست کی تھی۔" (تفہیمات حصہ دوم ص ۴۲ طبع دوم)

تبصرہ

حضرت داؤد علیہ السلام کے کسی فعل کو خواہش نفس پر مبنی قرار دینا اور یہودی سوسائٹی سے متاثر ہوکر ایک غیر مناسب فعل کا ارتکاب ان کی طرف منسوب کرنا اور اس کو حاکمانہ اقتدار کے نامناسب استعمال سے تعبیر کرنا اور معصوم انبیاء کے نفوس مطمئنہ میں مادہ شر کا تسلیم کرنا ان کی صریح توہین اور عقیدہ عصمت انبیاء کے خلاف ہے۔ کیونکہ انبیاء کرام علیہم السلام کے نفوس پاک ہوتے ہیں اور وہ جو کچھ کرتے ہیں رضائے الٰہی کے حصول کے لئے کرتے ہیں نہ کہ خواہش نفس کی بنا پر۔ البتہ ان سے اگر کوئی ترک اولیٰ کی قسم کا کوئی فعل صادر ہوجاتا ہے تو ان کی عظمت شان کے پیش نظر ان کو متنبہ کیا جاتا ہے۔ بہرحال انبیاء کے اقوال و افعال کو خواہش نفس پر مبنی قرار دینا ان کے مقام نبوت کے منافی ہے۔ (خادم اہل سنت غفرلہ)

۳۔ حضرت نوحؑ میں جاہلیت کا جذبہ تھا

سورۃ ہود کی آیت نمبر ۴۶: اِنِّیْۤ اَعِظُكَ اَنْ تَكُوْنَ مِنَ الْجٰهِلِیْنَ ○ کی تفسیر میں حضرت نوح علیہ السلام کے متعلق مودودی صاحب لکھتے ہیں:۔

"بسا اوقات کسی نازک نفسیاتی موقع پر نبی جیسا اعلیٰ و اشرف انسان بھی تھوڑی دیر کے لئے اپنی بشری کمزوری سے مغلوب ہوجاتا ہے لیکن جونہی کہ اسے یہ احساس ہوتا ہے یا اللہ کی طرف سے احساس کرا دیا جاتا ہے کہ اس کا مقام معیار مطلوب سے نیچے جارہا ہے وہ فوراً توبہ کرتا ہے اور اپنی غلطی کی اصلاح کرنے میں اسے ایک لحہ کے لئے بھی تامل نہیں ہوتا۔ حضرت نوحؑ کی اخلاقی رفعت کا اس سے بڑا ثبوت اور کیا ہوسکتا ہے کہ ابھی جان جوان بیٹا آنکھوں کے سامنے غرق ہوا ہے اور اس نظارہ سے کلیجہ منہ کو آرہا ہے۔ لیکن جب اللہ تعالیٰ ان کو متنبہ فرماتا ہے کہ جس بیٹے نے حق کو چھوڑ کر باطل کا ساتھ دیا اس کو محض

اس لئے اپنا سمجھنا کہ وہ تمہاری صلب سے پیدا ہوا ہے محض ایک جاہلیت کا جذبہ ہے تو وہ فوراً" اپنے دل کے زخم سے بے پروا ہوکر اس طرز فکر کی طرف پلٹ آتے ہیں جو اسلام کا تقاضا تھا۔" (تفہیم القرآن جلد دوم ص ۳۴۴ طبع نہم مئی ۱۹۷۵ء)

تبصرہ

انبیائے کرام علیہم السلام کا ہر جذبہ اور ہر عمل اسلامی تقاضے اور رضائے الٰہی کے تحت ہوتا ہے۔ حضرت نوح علیہ السلام نے اپنے بیٹے کے لئے نجات کی دعا' کسی جذبہ جاہلیت کے تحت نہیں بلکہ اللہ تعالی کے اس وعدہ کی بناء پر کی تھی کہ:۔ قُلْنَا احْمِلْ فِيهَا مِن كُلٍّ زَوْجَيْنِ اثْنَيْنِ وَأَهْلَكَ (ہم نے کہا ہر قسم کے جانوروں کاایک ایک جوڑا کشتی میں رکھ لو۔ اپنے گھر والوں کو بھی) (آیت۔ ۴۰) حضرت نوحؑ نے یہ سمجھا کہ یہاں سب گھر والے مراد ہیں۔ اس لئے عرض کیا: رب ان ابنی من اهلی اے میرے پروردگار میرا بیٹا بھی میرے اہل گھر والوں میں سے ہے اور تیرا وعدہ سچا ہے۔ جس کے جواب میں اللہ تعالی نے فرمایا: يَنُوحُ إِنَّهُ لَيْسَ مِنْ أَهْلِكَ إِنَّهُ عَمَلٌ غَيْرُ صَالِحٍ (آیت ۴۶) اے نوح وہ آپ کے اهل گھر والوں میں سے نہیں ہے اس کے عمل اچھے نہیں ہیں۔" اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالی کی مراد گھر والوں سے وہ لوگ تھے جو ایمان لا چکے تھے۔ اور چونکہ حضرت نوحؑ کا بیٹا اہل ایمان میں سے نہ تھا اور حضرت نوح علیہ السلام اس کی حقیقت سے واقف نہ تھے اس لئے آپ کی دعا قبول نہ ہوئی۔ مقام نبوت کے پیش نظر یہ ایک اجتہادی لغزش تو ہے۔ لیکن اس کا منشاء وعدہ خداوندی تھا نہ کہ جاہلیت کا جذبہ۔ لیکن مودودی صاحب نے جھٹ سے ایک پیغمبر معصوم علیہ السلام کی نیت پر حملہ کرکے یہ لکھ دیا کہ:۔

"اس کو محض اس لئے اپنا سمجھنا کہ وہ تمہاری صلب سے پیدا ہوا ہے محض ایک جاہلیت کا جذبہ ہے۔"

اور طرفہ یہ کہ قبل ازیں ۵۰ کے شروع میں مودودی صاحب نے یہ بھی لکھ دیا کہ اس ارشاد کو دیکھ کر کوئی شخص یہ گمان نہ کرے کہ حضرت نوحؑ کے اندر روح ایمانی کی کمی تھی یا ان کے ایمان میں جاہلیت کا کوئی شائبہ تھا"--- ہمارا سوال یہ ہے کہ جب حضرت نوحؑ کے ایمان میں جاہلیت کا کوئی شائبہ نہ تھا تو پھر آپ یہ کیوں لکھ رہے ہیں کہ:۔ اس کو محض اس لئے اپنا سمجھنا کہ وہ تمہاری صلب سے پیدا ہوا ہے محض ایک جاہلیت کا جذبہ ہے۔ العیاذ باللہ

(۴) حضرت موسیٰؑ سے ایک بہت بڑا گناہ سرزد ہوگیا تھا:

عصمت انبیاء علیہم السلام کے متعلق ایک سوال کے جواب میں مودودی صاحب لکھتے ہیں:۔

"اور قبل نبوت کسی نبی کو وہ عصمت حاصل نہیں ہوتی جو نبی ہونے کے بعد ہوا کرتی ہے۔ نبی ہونے سے پہلے تو حضرت موسیٰ علیہ السلام سے بھی ایک بہت بڑا گناہ ہوگیا تھا کہ انہوں نے ایک انسان کو قتل کردیا۔ چنانچہ جب فرعون نے ان کو اس فعل پر ملامت کی تو

انہوں نے بھرے دربار میں اس بات کا اقرار کیا کہ فَعَلْتُهَا اِذًا وَ اَنَا مِنَ الضَّالِّيْنَ (الشعراء ع ۲)
یعنی یہ فعل مجھ سے اس وقت سرزد ہوا جب راہ ہدایت مجھ پر نہ کھلی تھی۔(رسائل و مسائل ص ۳۱ حصہ اول طبع دوم جون ۱۹۵۴ء)

تبصرہ: حضرت موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام کی طرف ایک بہت بڑے گناہ کے ارتکاب کی نسبت کرنا بالکل خلاف واقعہ ہے جس سے عصمت انبیاء کا عقیدہ مجروح ہوتا ہے۔ اور قبطی کا قتل بھی عمداً" نہیں ہوا تھا اور نہ آپ نے آلۂ قتل استعمال کیا تھا۔ بلکہ مظلوم کو ظالم قبطی کے پنجے سے چھڑوانے کے لئے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے تو صرف اس کو ایک مکا مارا تھا۔ جس سے اس کی جان نکل گئی۔ چنانچہ سورۃ القصص آیت ۱۵ ۔فَوَكَزَهٗ مُوْسٰى فَقَضٰى عَلَيْهِ (حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس کو ایک گھونسا مارا جس سے اس قبطی کی موت واقع ہوگئی"------ یہ فعل درحقیقت گناہ ہی نہیں چہ جائیکہ اس کو ایک نبی معصوم کا بہت بڑا گناہ قرار دیا جائے۔ اور خود مودودی صاحب نے بھی اپنی تفسیر میں لکھاہے کہ:۔ ان کا کوئی ارادہ قتل کا نہ تھا نہ قتل کے لئے گھونسا مارا جاتا ہے نہ کوئی شخص توقع رکھتا ہے کہ ایک گھونسا کھاتے ہی ایک بھلا چنگا آدمی پران چھوڑ دے گا الخ (تفہیم القرآن جلد ثالث سورہ القصص طبع ہشتم اکتوبر ۱۹۷۵ء)

لہٰذا مودودی صاحب کا اس فعل کی بناء پر حضرت موسی علیہ السلام کو ایک بہت بڑے گناہ کا مرتکب قرار دینا محض الزام ہے اور خود ساختہ اجتہاد۔ جس سے حضرت کلیم اللہ علیہ السلام بری ہیں۔

عصمت انبیاء کا تحقیقی مسلک: حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی بانی دارالعلوم دیوبند رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:۔ احقر کے نزدیک انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام صغائر و کبائر ہر دو قسم کے گناہوں سے معصوم ہوتے ہیں۔ اپنی نبوت سے قبل بھی اور بعد بھی الخ (مکتوب قاسمی بحوالہ ترجمان السنہ جلد ثالث مصنفہ مولانا بدر عالم میرٹھی مدنی رحمۃ اللہ علیہ۔)

(۲) حضرت مولانا مفتی محمد شفیع رحمۃ اللہ علیہ صاحب کراچی سابق مفتی دارالعلوم دیوبند لکھتے ہیں:۔ تحقیق یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام کی عصمت تمام گناہوں سے عقلاً" اور نقلاً" ثابت ہے۔ ائمہ اربعہ اور جمہور امت کا اس پر اتفاق ہے کہ انبیاء علیہم السلام تمام چھوٹے بڑے گناہوں سے معصوم و محفوظ ہوتے ہیں اور بعض لوگوں نے جو یہ کہا ہے کہ صغیرہ گناہ ان سے بھی سرزد ہوسکتے ہیں۔ جمہور امت کے نزدیک صحیح نہیں (تفسیر قرطبی) (تفسیر معارف القرآن جلد اول ص ۱۹۵)

علاوہ ازیں عقیدہ عصمت الانبیاء علیہم السلام کی تفصیلات راقم نے اپنی کتاب "عملی محاسبہ" میں بیان کردی ہیں جو قابل استفادہ ہیں۔

(۵) حضرت آدمؑ کی خلافت مستقل نہیں تھی۔: حضرت آدم علیہ السلام کے قصہ پر تبصرہ کرتے ہوئے مودودی صاحب لکھتے ہیں:۔ مگر اس عہدے پر مستقل تقرر

ہونے سے پہلے امتحان لینا ضروری سمجھا گیا تاکہ امیدوار کی صلاحیتوں کا حال کھل جائے اور یہ ظاہر ہوجائے کہ اس کی کمزوریاں کیا ہیں اور خوبیاں کیا ہیں چنانچہ امتحان لیا گیا اور جو بات کھلی وہ یہ تھی کہ یہ امیدوار تحریص اور اطماع کے اثر میں آکر پھسل جاتا۔ اطاعت کے عزم پر مضبوطی سے قائم نہیں رہتا۔ اور اس کے علم پر اس کا نسیان غالب آجاتا ہے۔ اس امتحان کے بعد آدم اور ان کی اولاد کو مستقل خلافت پر مامور کرنے کی بجائے آزمائشی خلافت دی گئی اور آزمائش کے لئے ایک مدت (اجل۔ جس کا اختتام قیامت پر ہوگا) مقرر کردی گئی الخ (ماہنامہ ترجمان القرآن مئی ۱۹۵۵ء)۔

تبصرہ

مودودی صاحب نے یہاں جو کچھ لکھا ہے وہ افسانہ نگاری ہے نہ کہ قرآنی تحقیق ۔ حضرت آدمؑ خلافت کے امیدوار نہ تھے بلکہ اللہ تعالیٰ نے بلا امتحان پہلے ہی حضرت آدم علیہ السلام کو خلیفہ بنانے کا اعلان فرشتوں کے سامنے کردیا تھا۔ چنانچہ فرمایا:۔ اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَۃً میں زمین پر اپنا ایک خلیفہ بنانے والا ہوں) اور پھر حضرت آدم کے آگے فرشتوں سے سجدہ کروانا بھی اس بات کی دلیل ہے کہ آپ کی خلافت کا تقرر ہوچکا تھا۔ اگر یہ آزمائشی خلافت ہوتی تو امتحان میں پاس ہونے کے بعد فرشتوں کو حضرت آدم کے لئے سجدہ کا حکم دیا جاتا نہ کے پہلے۔

(ب) خلافت کا مقام زمین ہی ہے۔ قیامت کے بعد تو اس خلافت کا انعام ملے گا۔ یعنی جنت ابدی۔ بات صرف یہ ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کو اس موقع پر نسیان ہوگیا تھا اور وہ شیطان کی طرف سے جنت کی طمع میں آگئے تھے اور وہ طمع مذموم نہیں بلکہ محمود ہے لہٰذا مودودی صاحب کے خط کشیدہ الفاظ (یہ امیدوار تحریص و اطماع---- نسیان غالب آجاتا ہے) میں مروجہ الیکشن کی طرز پر ان کا یہ تبصرہ ایک مذاق ہے جس کی کوئی بنیاد نہیں۔

(۲) مودودی صاحب قصہ آدم کے سلسلہ میں اپنی تفسیر میں آیت وَلَقَدْ عَهِدْنَا اِلٰی اٰدَمَ مِنْ قَبْلُ فَنَسِیَ وَلَمْ نَجِدْ لَهٗ عَزْمًا" ○ ہم نے اس سے پہلے آدم کو ایک حکم دیا تھا مگر وہ بھول گیا۔ اور ہم نے اس میں عزم نہ پایا"۔ (سورۃ طٰہٰ آیت ۱۱۵)---- اس کے تحت لکھتے ہیں بعض لوگوں نے اس میں عزم نہ پایا کا مطلب یہ لیا ہے کہ: ہم نے اس میں نافرمانی کا عزم نہ پایا یعنی اس نے جو کچھ کیا بھولے سے کیا۔ نافرمانی کے عزم کی بنا پر نہیں کیا لیکن یہ خواہ مخواہ کا تکلف ہے یہ بات اگر کہنی ہوتی تو وَلَمْ نَجِدْ لَهٗ عَزْمًا" عَلَی الْعِصْیَان کہا جاتا نہ کہ محض لم نجد لہ عزما" آیت کے الفاظ صاف بتا رہے ہیں کہ فقدان عزم سے مراد اطاعت حکم کے عزم کا فقدان ہے نہ کہ نافرمانی کے عزم کا فقدان۔ علاوہ بریں اگر موقع و محل اور سیاق و سباق کی مناسبت کو دیکھا جائے تو صاف محسوس ہوتا ہے کہ یہاں اللہ تعالیٰ آدم علیہ السلام کی پوزیشن صاف کرنے کے لئے یہ قصہ بیان نہیں کر رہا ہے بلکہ یہ بتانا چاہتا ہے کہ وہ بشری کمزوری کیا تھی جس کا صدور ان سے ہوا۔ الخ تفہیم القرآن جلد ثالث۔ سورہ طٰہٰ ص ۹۴ طبع ہشتم اکتوبر ۱۹۷۵ء)

الجواب: جس درخت کا پھل کھانے سے حضرت آدم علیہ السلام کو منع فرمایا گیا تھا آپ نے اس کو شیطان کے فریب کی بنا پر کھالیا لیکن یہ صورتاً نافرمانی اور گناہ ہے حقیقتاً نہیں۔ کیونکہ یہ نسیان اور بھول جانے کی وجہ سے تھا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے خود فرمایا:۔ فنسی (آدم بھول گئے) اس سے تو یہ ثابت ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم کی پوزیشن صاف کرنے کے لئے یہ قصہ بیان کیا ہے تاکہ ناواقف لوگ یہ نہ سمجھیں کہ حضرت آدم نے قصد و ارادہ سے اللہ تعالیٰ کے حکم کی خلاف ورزی کی تھی۔۔ اس لئے مودودی صاحب کا یہ کہنا بالکل غلط ہے کہ:۔ یہاں اللہ تعالیٰ آدم علیہ السلام کی پوزیشن صاف کرنے کے لئے یہ قصہ بیان نہیں کر رہا۔

(۱) مودودی صاحب کا یہ لکھنا بھی غلط ہے کہ فقدان عزم سے مراد اطاعت حکم کے عزم کا فقدان ہے کیونکہ حضرت آدم علیہ السلام کا یہ پختہ ارادہ تھا کہ وہ حکم خداوندی پر عمل کریں گے۔ ورنہ اگر پہلے سے ہی آپ کا ارادہ پختہ نہ ہوتا تو یہ قصداً نافرمانی ہوتی اور اس کو اللہ تعالیٰ نسیان پر مبنی نہ قرار دیتے۔

(۳) حضرت آدم کے لئے عزم پر قائم نہ رہنے کا تعلق ایک دوسرے پہلو سے ہے اور وہ یہ کہ اگر آپ زیادہ احتیاط سے کام لیتے تو شاید نسیان سے بھی محفوظ ہوجاتے اور یہ ایک لغزش ہے نہ کہ اطاعت حکم کے عزم کا فقدان۔ چنانچہ حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب بانی دارالعلوم کراچی و سابق مفتی دارالعلوم دیوبند فرماتے ہیں:۔ درحقیقت یہ بھول ہے جو گناہ نہیں مگر حضرت آدم علیہ السلام کے مقام بلند اور تقرب حق سبحانہ و تعالیٰ کے لحاظ سے اس کو بھی ان کے حق میں ایک لغزش قرار دی گئی۔ جس پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے عتاب ہوا۔ اور ان کو متنبہ کرنے کے لئے اس لغزش کو عصیان کے لفظ سے تعبیر کیا گیا۔۔۔ (ب) حضرت آدم علیہ السلام میں عزم نہ پائے جانے کے متعلق فرماتے ہیں:۔ عزم کے معنی کسی کام کے ارادہ پر مضبوطی سے قائم رہنے کے ہیں۔ حضرت آدم علیہ السلام حکم ربانی کی تعمیل کا مکمل فیصلہ اور قصد کئے ہوئے تھے مگر شیطانی وساوس سے اس قصد کی مضبوطی میں فرق آگیا اور بھول نے اس پر قائم نہ رہنے دیا۔واللہ اعلم (تفسیر معارف القرآن جلد ششم۔ سورہ طٰہٰ ص ۱۵۵/ ۱۵۶) یعنی بھول کی وجہ سے اطاعت حکم ربانی کے قصد پر قائم نہ رہ سکے حالانکہ مودودی صاحب کا مطلب یہ ہے کہ حضرت آدم میں اطاعت حکم خداوندی کا عزم نہیں تھا جو بالکل غلط ہے۔

(۶) حضرت یونسؑ سے فریضہ رسالت کی ادائیگی میں کوتاہیاں ہوئیں:

سورہ یونس آیت ۹۸۔ فَلَوْلَا كَانَتْ قَرْيَةٌ اٰمَنَتْ فَنَفَعَهَا اِيْمَانُهَا اِلَّا قَوْمَ يُوْنُسَ کی تفسیر میں مودودی صاحب نے لکھا ہے۔

"تاہم قرآن کے اشارات اور صحیفہ یونس کی تفصیلات پر غور کرنے سے اتنی بات صاف معلوم ہوتی ہے کہ حضرت یونسؑ سے فریضہ رسالت کی ادائیگی میں کچھ کوتاہیاں ہوگئی تھیں اور غالباً انہوں نے بے صبر

ہوکر قبل از وقت اپنا مستقر بھی چھوڑ دیا تھا اس لئے جب آثارِ عذاب دیکھ کر آشوریوں نے توبہ و استغفار کی تو اللہ تعالیٰ نے انہیں معاف کردیا۔ قرآن مجید میں خدائی دستور کے جو اصول و کلیات بیان کئے گئے ہیں ان میں ایک مستقل دفعہ یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی قوم کو اس وقت تک عذاب نہیں دیتا جب تک اس پر اپنی حجت پوری نہیں کرلیتا۔ پس جب نبی ادائے رسالت میں کوتاہی کرگیا اور اللہ کے مقرر کردہ وقت سے پہلے بطور خود اپنی جگہ سے ہٹ گیا تو اللہ تعالیٰ کے انصاف نے اس کی قوم کو عذاب دینا گوارا نہ کیا۔ کیونکہ اس پر اتمام حجت کی قانونی شرائط پوری نہیں ہوئی تھیں۔

(تفہیم القرآن حصہ دوم طبع اول حاشیہ ص ۳۱۲)

تبصرہ: مودودی صاحب کا یہ لکھنا منصب نبوت کے صریح خلاف ہے کہ حضرت یونسؑ سے فریضہ رسالت کی ادائیگی میں کچھ کوتاہیاں ہوگئی تھیں---- پس جب نبی ادائے رسالت میں کوتاہی کرگیا کیونکہ انبیائے کرام علیہم السلام کی عصمت کااصل تعلق ان کے فریضہ رسالت کی ادائیگی ہی سے ہے تاکہ وہ منصب رسالت کے فرائض کی ادائیگی میں ذرہ برابر بھی کوتاہی نہ کرسکیں اور ان کے اقوال و افعال کو اہل ایمان بلا تامل تسلیم کرلیں۔ اور کسی کے نزدیک ان میں ادنی سے ادنی غلطی کا احتمال باقی نہ رہے۔ البتہ ان سے کسی ذاتی فعل میں تو لغزش ہوسکتی ہے جس کو زلت سے تعبیر کیا جاتا ہے لیکن فریضہ رسالت کی ادائیگی میں کوتاہی نہیں ہوسکتی۔ راقم الحروف نے مودودی صاحب کے اس نظریہ کا مدلل اور مکمل ابطال کیا ہے۔ جس کی مختصر بحث میری تصنیف "مودودی مذہب" میں اور مفصل بحث میری کتاب "علمی محاسبہ" میں موجود ہے جو مفتی محمد یوسف صاحب مودودی کی کتاب بنام "مولانا مودودی پر اعتراضات کا علمی جائزہ" کے جواب میں لکھی گئی ہے۔ اور اہل سنت والجماعت کا مسلک حق یہی ہے کہ انبیائے کرام علیہم السلام سے فریضہ رسالت کی ادائیگی میں لغزش کا صدور نہیں ہوسکتا۔ چنانچہ

(۱) حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب (کراچی) رحمۃ اللہ علیہ مودودی صاحب کی تفسیر تفہیم القرآن سے حضرت یونس علیہ السلام کے متعلق مذکورہ بالا عبارت نقل کرنے کے بعد ان کے نظریہ کی تردید کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

یہاں سب سے پہلے دیکھنے کی بات یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام کا گناہوں سے معصوم ہونا تو ایک مسلمہ عقیدہ ہے جس پر تمام امت کا اجماع ہے۔ اس کی تفصیلات میں کچھ جزوی اختلافات بھی ہیں کہ یہ عصمت ہر قسم کے صغیرہ کبیرہ گناہوں سے ہے یا صرف کبیرہ سے اور یہ کہ یہ عصمت قبل از نبوت کے زمانے کو بھی شامل ہے یا نہیں۔ لیکن اس میں کسی فرقہ۔ کسی شخص کا اختلاف نہیں ہے کہ انبیاء علیہم السلام سب کے سب ادائے رسالت کے فریضہ میں کبھی کوتاہی نہیں کرسکتے۔ کیونکہ انبیاء کے لئے اس سے بڑا کوئی گناہ نہیں ہوسکتا کہ جس منصب کے لئے اللہ تعالیٰ نے ان کا انتخاب فرمایا ہے خود اسی میں کوتاہی کر بیٹھیں۔ یہ تو فرض منصبی میں کھلی ہوئی خیانت ہے۔ جو عام شریف انسانوں سے بھی بعید

ہے۔ اس کوتاہی سے بھی اگر پیغمبر معصوم نہ ہوتا تو پھر دوسرے گناہوں سے عصمت بے فائدہ ہے۔
قرآن و سنت کے مسلمہ اصول اور اجماعی عقیدہ عصمت انبیاء کے بظاہر خلاف اگر کسی جگہ قرآن و حدیث میں بھی کوئی بات نظر آتی تو اصول مسلمہ کی رو سے ضروری تھا کہ اس کی تفسیر و معنی کی کوئی ایسی توجیہ تلاش کی جاتی جس سے وہ قرآن و حدیث کے قطعی الثبوت اصول سے متصادم و مختلف نہ رہے مگر یہاں تو عجیب بات یہ ہے کہ مصنف موصوف (یعنی ابوالاعلیٰ مودودی صاحب) نے جس بات کو قرآنی اشارات اور صحیفہ یونس کی تفصیلات کے حوالہ سے پیش کیا ہے وہ صحیفہ یونس میں ہو تو ہو جس کا اہل اسلام میں کوئی اعتبار نہیں۔ قرآنی اشارہ تو ایک بھی نہیں۔ بلکہ ہوا یہ کہ کئی مقدمے جوڑ کر یہ نتیجہ زبردستی نکالا گیا ہے۔ پہلے تو یہ فرض کرلیا گیا کہ قوم یونس علیہ السلام سے عذاب کا ٹل جانا خدائی دستور کے خلاف واقع ہوا جو خود اسی آیت کے سیاق و سباق کے بھی بالکل خلاف ہے اور اہل تحقیق ائمہ تفسیر کی تصریحات کے بھی خلاف ہے۔ اس کے ساتھ یہ فرض کرلیا گیا کہ خدائی قانون کو اس موقع پر اس لئے توڑا گیا تھا کہ خود فریضہ رسالت کی ادائیگی میں کوتاہیاں ہوگئی تھیں اس کے ساتھ یہ بھی فرض کرلیا کہ پیغمبر کے لئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے کوئی خاص وقت نکلنے کا مقرر کردیا گیا تھا وہ اس وقت مقرر سے پہلے فریضہ دعوت کو چھوڑ کر بھاگ کھڑے ہوئے۔ اگر ذرا بھی غور و انصاف سے کام لیا جائے تو ثابت ہوجائے گا کہ قرآن و حدیث کا کوئی اشارہ ان فرضی مقدمات کی طرف نہیں پایا جاتا۔ الخ (تفسیر معارف القرآن جلد رابع ص ۵۷۱)

تفہیم القرآن کا دوسرا ایڈیشن: علمائے حق کے اعتراض کے بعد مودودی صاحب نے سورۃ یونس کی تفسیر کی مذکورہ قابل اعتراض عبارت میں دوسرے ایڈیشن میں کچھ ترمیم کرکے حسب ذیل عبارت لکھی۔

"تاہم قرآن کے اشارات اور صحیفہ یونس کی تفصیلات پر غور کرنے سے وہی بات صحیح معلوم ہوتی ہے جو مفسرین قرآن نے بیان کی ہے۔ کہ حضرت یونس علیہ السلام چونکہ عذاب کی اطلاع دینے کے بعد اللہ تعالیٰ کی اجازت کے بغیر اپنا مستقر چھوڑ کر چلے گئے تھے۔ اس لئے جب آثار عذاب دیکھ کر آشوریوں نے توبہ و استغفار کی تو اللہ تعالیٰ نے انہیں معاف کردیا۔ قرآن مجید میں خدائی دستور کے جو اصول کلیات بیان کئے گئے ہیں ان میں ایک مستقل دفعہ یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی قوم کو اس وقت تک عذاب نہیں دیتا جب تک اس پر اپنی حجت پوری کر نہیں لیتا۔ پس جب نبی نے اس قوم کی مہلت کے آخری لمحے تک نصیحت کا سلسلہ جاری نہ رکھا اور اللہ کے مقرر کردہ وقت سے پہلے بطور خود ہی وہ ہجرت کرگیا تو اللہ تعالیٰ کے انصاف نے اس کی قوم کو عذاب دینا گوارا نہ کیا کیونکہ اس پر اتمام حجت کی قانونی شرائط پوری نہیں ہوئی تھیں" الخ (تفہیم القرآن سورہ یونس۔ طبع نہم مئی ۱۹۷۵ء)

گو مودودی صاحب نے دوسرے ایڈیشن میں یہ الفاظ حذف کردیئے ہیں کہ:۔ "حضرت یونس سے فریضہ رسالت کی ادائیگی میں کچھ کوتاہیاں ہوگئی تھیں اور غالباً" انہوں نے بے صبر ہوکر قبل از وقت اپنا مستقر بھی

چھوڑ دیا تھا۔"۔۔۔۔ لیکن موجودہ عبارت کا مطلب بھی وہی نکلتا ہے کہ حضرت یونس علیہ السلام چونکہ اتمام حجت نہیں کرسکے اس لئے قوم کو اللہ تعالیٰ نے عذاب سے بچالیا اور اتمام حجت نہ کرسکنے کی وجہ بھی یہی ہوسکتی ہے کہ حضرت یونس علیہ السلام نے فریضہ رسالت پوری طرح ادا نہیں کیا تھا (العیاذ باللہ)۔

(۷) امام الانبیاءؑ نے بھی فرائض میں کوتاہیاں کی ہیں:

مودودی صاحب نے نہ صرف یہ کہ حضرت یونسؑ پر فریضہ رسالت کی ادائیگی میں کوتاہیاں نہ کرنے کا الزام لگایا ہے بلکہ یہی کوتاہیاں انہوں نے امام الانبیاء علیہ السلام کی طرف منسوب کردی ہیں چنانچہ سورۃ اذا جاء نصر اللہ کی تشریح میں لکھا ہے۔ اس طرح جب وہ کام تکمیل کو پہنچ گیا جس پر محمد ﷺ کو مامور کیا گیا تھا تو آپ سے ارشاد ہوتا ہے کہ اس کارنامہ کو اپنا کارنامہ سمجھ کر کہیں فخر نہ کرنے لگ جانا۔ نقص سے پاک بے عیب ذات اور کامل ذات صرف تمہارے رب ہی کی ہے۔ لہٰذا اس کار عظیم کی انجام دہی پر اس کی تسبیح اور حمد و ثنا کرو اور اس ذات سے درخواست کرو کہ مالک۔ اس ۲۳ سال کے زمانہ خدمت میں اپنے فرائض ادا کرنے میں جو خامیاں اور کوتاہیاں مجھ سے سرزد ہوگئی ہوں انہیں معاف فرمادے۔ "قرآن کی چار بنیادی اصطلاحیں ص ۱۵۶" چودھواں ایڈیشن نومبر ۱۹۸۱ء)

تبصرہ: بے شک اللہ تعالیٰ اپنی ربوبیت میں کامل ہے وہ وحدہ لاشریک ہے لیکن رسول اللہ ﷺ بھی کمالات نبوت و رسالت میں کامل ہیں اور فریضہ رسالت کی ادائیگی میں کامل ہیں اور آپ سے اس دائرہ میں کوئی کوتاہی سرزد نہیں ہوئی۔

(۸) امام الانبیاءؑ بھی شک میں رہے

دجال کی بحث میں مودودی صاحب نے لکھا ہے:

> دجال کے متعلق جتنی احادیث نبی ﷺ سے مروی ہیں ان کے مضمون پر مجموعی نظر ڈالنے سے یہ بات صاف واضح ہوجاتی ہے کہ حضورؐ کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس معاملہ میں جو علم ملا تھا وہ صرف اس حد تک تھا کہ بڑا دجال ظاہر ہونے والا ہے اس کی یہ اور یہ صفات ہوں گی اور وہ ان خصوصیات کا حامل ہوگا لیکن یہ آپ کو نہیں بتایا گیا کہ وہ کب ظاہر ہوگا اور یہ کہ آیا وہ آپ کے عہد میں پیدا ہوچکا ہے یا آپ کے بعد کسی بعد زمانہ میں پیدا ہونے والا ہے۔۔۔۔۔ ان امور کے متعلق جو مختلف باتیں حضورؐ سے احادیث میں منقول ہیں وہ دراصل آپ کے قیاسات ہیں۔ جن کے بارے میں آپؐ خود شک میں تھے۔" (ب) یہ تردد اول تو خود ظاہر کرتا ہے کہ یہ باتیں آپ نے علم وحی کی بنا پر نہیں فرمائی تھیں اور آپ کا گمان وہ چیز نہیں جس کے صحیح نہ ثابت ہونے سے آپ کی نبوت پر کوئی حرف آتا ہو۔" (ج) حضورؐ کو اپنے زمانے میں یہ اندیشہ تھا کہ شاید دجال آپ کے ہی عہد میں ظاہر ہوجائے یا آپ کے بعد کسی قریبی زمانہ میں ظاہر ہو لیکن کیا ساڑھے تیرہ سو برس کی تاریخ نے یہ ثابت نہیں کردیا کہ حضورؐ کا یہ اندیشہ صحیح نہیں تھا۔" (ماہنامہ ترجمان القرآن فروری

۱۹۴۶ء)

تبصرہ: دجال کا ظہور قیامت کی علامات میں سے ہے جن کے متعلق حضرت محمد رسول اللہ ﷺ نے بذریعہ وحی اطلاع دی ہے۔ آنحضرتؐ کی پیشگوئیاں وحی پر مبنی ہیں نہ کہ قیاسات پر۔ چنانچہ قرآن حکیم میں ارشاد خداوندی ہے۔ **وما ینطق عن الھوی ان ھو الا وحی یوحی** (سورۃ النجم آیت ۴) اور نہ آپ اپنی نفسانی خواہش سے باتیں بناتے ہیں' ان کا ارشاد نری وحی ہے جو ان پر بھیجی جاتی ہے۔" (ترجمہ: حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ) اس آیت کے تحت حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔ یعنی رسول اللہ ﷺ اپنی طرف سے باتیں بناکر اللہ کی طرف منسوب کریں اس کا قطعاً" کوئی امکان نہیں۔" (معارف القرآن جلد ہشتم ص ۱۹۴)

(۲) اگر کسی امر میں نبی کریم ﷺ کی اجتہادی رائے اولی بہتر نہ ہو تو اس کی بھی بذریعہ وحی اصلاح کردی جاتی ہے۔ اسی بنا پر اہل السنت والجماعت کا اجماعی عقیدہ ہے کہ سہو کی بنا پر بھی اگر آپ نے کوئی عمل کیا ہو تو بعد میں بذریعہ وحی آپ کو مطلع کردیا جاتا ہے۔ اور سہو و نسیان یا خطائے اجتہادی پر بھی آپ کو باقی نہیں رہنے دیا جاتا تاکہ ہر پہلو سے آپ کی عصمت کاملہ کا عقیدہ امت کے پیش نظر رہے لیکن مودودی صاحب نے اپنی کج فہمی کی بنا پر یہاں تک خود ساختہ نظریہ قائم کرلیا کہ آپؐ دجال کے متعلق ایک بات میں وفات تک شک میں رہے اور اللہ تعالیٰ نے بھی بذریعہ وحی آپ کو حقیقت حال سے مطلع نہیں فرمایا۔ حتی کہ ساڑھے تیرہ سو سال کی تاریخ نے یہ ثابت کردیا کہ دجال کے بارے میں آپؐ کا وہ اندیشہ صحیح نہ تھا۔ العیاذ باللہ۔ مرزا غلام احمد قادیانی دجال کذاب تھا۔ اس کی کوئی پیشگوئی صحیح ثابت نہیں ہوئی۔ لیکن مرزا قادیانی کے پیروکاروں کو (قادیانی ہوں یا لاہوری مرزائی) مودودی صاحب کے اس نظریہ کے تحت تاویل کرنے کی بظاہر گنجائش مل جاتی ہے۔ اور حضور خاتم النبیین ﷺ کے دوسرے کئی ارشادات میں بھی غلطی کا احتمال ہو سکتا ہے جن کا تعلق امور غیبیہ کی خبر اور کسی قسم کی پیشگوئی کے ساتھ ہو۔

دوسرا ایڈیشن:۔ جب علمائے حق نے مودودی صاحب کے نظریہ دجال پر اعتراض کیا تو انہوں نے زیر بحث عبارت میں ترمیم کرکے حسب ذیل الفاظ لکھے:۔

لیکن کیا یہ واقعہ نہیں ہے کہ ساڑھے تیرہ سو سال گذر چکے ہیں اور ابھی تک دجال نہیں آیا۔ (ترجمان القرآن فروری ۱۹۵۵ء)

علاوہ ازیں رسائل و مسائل حصہ اول طبع دوم ص ۵۷ پر سابقہ عبارت میں ترمیم کرکے حسب ذیل عبارت لکھی: کیا ساڑھے تیرہ سو برس کی تاریخ نے یہ ثابت نہیں کردیا کہ حضورؐ کا اندیشہ قبل از وقت تھا۔"

لیکن ان ترمیمی الفاظ کے باوجود بات وہی رہتی ہے جس کی بنا پر حضورؐ خاتم النبیین ﷺ کے ان ارشادات پر مکمل اعتماد قائم نہیں رہتا جن کا تعلق کسی قسم کی پیشگوئی سے ہے کاش کہ مودودی صاحب اپنی غلطی تسلیم کرکے مقام عصمت انبیاء علیہم السلام کا تحفظ کرتے۔ ظہورِ دجال وغیرہ کی مفصل بحث بندہ نے اپنی کتاب ''علمی محاسبہ'' میں مفصل لکھ دی ہے۔ یہاں مختصر تبصرہ ہی کافی ہے۔

(۹) قرآن سے حضرت عیسیٰؑ کے رفع جسمانی کا انکار:

سورۃ النساء آیت ۱۵۸۔ بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ (بلکہ اللہ نے اسے اپنی طرف اٹھالیا۔ اللہ زبردست طاقت رکھنے والا اور حکیم ہے) کے تحت مودودی صاحب لکھتے ہیں ۱۹۵: یہ اس معاملہ کی اصل حقیقت ہے جو اللہ تعالی نے بتائی ہے۔ اس میں جزم اور صراحت کے ساتھ جو چیز بتائی گئی ہے وہ صرف یہ ہے کہ حضرت مسیح کو قتل کرنے میں یہود کامیاب نہیں ہوئے اور یہ کہ اللہ تعالی نے ان کو اپنی طرف اٹھالیا اب رہا یہ سوال کہ اٹھالینے کی کیفیت کیا تھی تو اس کے متعلق کوئی تفصیل قرآن میں نہیں بتائی گئی۔ قرآن نہ اس کی تصریح کرتا ہے کہ اللہ ان کو جسم و روح کے ساتھ کرہ زمین سے اٹھا کر آسمانوں پر کہیں لے گیا اور نہ ہی صاف کہتا ہے کہ انہوں نے زمین پر طبعی موت پائی اور صرف ان کی روح اٹھائی گئی۔ اس لئے قرآن کی بنیاد پر نہ تو ان میں سے کسی ایک پہلو کی قطعی نفی کی جاسکتی ہے اور نہ اثبات۔ لیکن قرآن کے انداز بیان پر غور کرنے سے یہ بات بالکل نمایاں طور پر محسوس ہوتی ہے کہ اٹھائے جانے کی نوعیت و کیفیت خواہ کچھ بھی ہو۔ بہرحال مسیح علیہ السلام کے ساتھ اللہ نے کوئی ایسا معاملہ ضرور کیا ہے جو غیر معمولی نوعیت کا ہے الخ (تفہیم القرآن جلد اول ص ۴۲۱ طبع دوم ۱۹۵۲ء)۔ ایضاً'' تیرھواں ایڈیشن جنوری ۱۹۷۶ء)۔

تبصرہ: حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا رفع جسمانی اور قرب قیامت میں اسی جسد عنصری کے ساتھ زمین پر نزول فرما کر دجال کو قتل کرنا امت مسلمہ کا اجماعی عقیدہ ہے جس کا منکر کافر ہے۔ حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ آیات: وما قتلوہ یقیناً ○ بل رفعہ اللہ الیہ'' کے تحت لکھتے ہیں: ان آیات میں بھی یہود کے بعض جرائم کی تفصیل مذکور ہے۔ اس کے ضمن میں حضرت عیسیٰؑ کے متعلق ان کے باطل خیال کی تردید کی گئی ہے اور یہ واضح کردیا گیا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالی نے ان کے ظلم و ستم سے بچا کر زندہ آسمان پر اٹھالیا ہے الخ (تفسیر معارف القرآن جلد دوم سورۃ النساء ص ۵۹۹)۔

(ب) علاوہ ازیں حضرت مفتی صاحب رحمہ اللہ سورۃ آل عمران آیت: ۵۵۔ اِذْ قَالَ اللّٰهُ يٰعِيْسٰٓى اِنِّىْ مُتَوَفِّيْكَ وَرَافِعُكَ اِلَيَّ (جس وقت کہا اللہ نے اے عیسیٰ میں لے لوں گا تجھ کو اور اٹھالوں گا اپنی طرف) کی تفسیر میں لکھتے ہیں:۔

ان دونوں گروہوں کے بالمقابل اسلام کا وہ عقیدہ ہے جو اس آیت اور دوسری کئی آیتوں میں وضاحت سے بیان ہوا ہے کہ اللہ تعالی نے ان کو یہودیوں کے ہاتھ سے نجات دینے کے لئے آسمان پر زندہ اٹھالیا۔ نہ ان کو قتل کیا جاسکا نہ سولی پر چڑھایا جاسکا۔ وہ زندہ آسمان پر موجود ہیں اور قرب قیامت میں آسمان سے نازل ہوکر یہودیوں پر فتح پائیں گے اور آخر میں طبعی موت سے وفات پائیں گے۔

اسی عقیدہ پر تمام امت مسلمہ کا اجماع و اتفاق ہے۔ حافظ ابن حجرؒ نے تلخیص الحبیر ص ۳۱۹ میں یہ
اجماع نقل کیا ہے۔ قرآن مجید کی متعدد آیات اور حدیث کی متواتر روایات سے یہ عقیدہ اور اس پر اجماع
امت سے ثابت ہے نہ کہ صرف احادیث سے "معارف القرآن جلد دوم ص ۸۹ اور مودودی صاحب گو
حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زندہ رہنے اور قرب قیامت میں اس جسم عنصری کے ساتھ نازل ہونے کے قائل
ہیں۔ اور اس کی تائید میں انہوں نے تفسیر تفہیم القرآن جلد چہارم سورۃ الاحزاب میں احادیث کا ایک ذخیرہ
بھی نقل کردیا ہے لیکن وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے رفع جسمانی کو قرآن سے تسلیم نہیں کرتے جیسا کہ
انہوں نے آیت بل رفعہ اللہ کی منقولہ بالا عبارت میں واضح طور پر لکھ دیا ہے کہ: قرآن نہ اس کی تصریح کرتا
ہے کہ اللہ ان کو جسم و روح کے ساتھ کرہ زمین سے اٹھا کر آسمانوں پر کہیں لے گیا اور نہ ہی صاف کہتا ہے
کہ انہوں نے زمین پر طبعی موت پائی اور صرف ان کی روح اٹھائی گئی۔"
بیشک قرآن میں اس بات کا ذکر نہیں ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے زمین پر طبعی موت پائی ہے اور
صرف ان کی روح اٹھائی گئی۔ اور اس سے مرزا غلام احمد قادیانی دجال کے اس نظریہ کی تو تردید ہوجاتی ہے کہ
حضرت عیسیٰ پر طبعی موت واقع ہوچکی ہے لیکن اس کے برعکس اسی آیت بل رفعہ اللہ الیہ سے حضرت عیسیٰ
علیہ السلام کا رفع جسمانی تو ثابت ہوتا ہے کیونکہ آیت کا مفہوم یہ ہے کہ جس عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق
یہود و نصاریٰ کا یہ عقیدہ تھا کہ ان کو قتل کیا گیا اور سولی پر چڑھایا گیا ہے اسی کے متعلق اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں
کہ ان کو اس نے اپنی طرف اٹھالیا۔ گو آسمان پر اٹھائے جانے کی تصریح نہیں ہے لیکن جسم عنصری سمیت
اٹھائے جانے کی تو اس میں تصریح پائی جاتی ہے کیونکہ جس کو وہ قتل کرنا چاہتے تھے اس کو اللہ تعالیٰ نے اپنی
طرف اٹھالیا۔ ظاہر ہے کہ یہود و نصاریٰ کے نزدیک مقتول و مصلوب صرف حضرت عیسیٰ کا جسم ہی تھا اس
لئے اسی جسم (مع الروح) کو اللہ تعالیٰ نے اپنی طرف اٹھالیا۔ اور روح کا اٹھا لینا تو یہاں بالکل ثابت ہی نہیں
ہو سکتا(جس کا مرزا غلام احمد قادیانی اور اس کے ماننے والے دعویٰ کرتے ہیں) کیونکہ قتل ہو یا طبعی موت روح
تو ہر شخص کی اٹھالی جاتی ہے اور روح کا اٹھایا جانا کوئی غیر معمولی واقعہ نہیں ہوسکتا۔ حالانکہ مودودی صاحب
بل رفعہ اللہ الیہ کو خود غیر معمولی واقعہ تسلیم کررہے ہیں چنانچہ لکھتے ہیں:۔
بہرحال مسیح علیہ السلام کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے کوئی ایسا معاملہ ضرور کیا ہے جو غیر معمولی نوعیت کا ہے
اس لئے یہ دوسرا پہلو متعین ہوگیا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو جسم عنصری سمیت اٹھالیا تھا۔ اگر
مودودی صاحب سیاسی تفکرات کے چکر سے نکل کر غور و فکر سے کام لیتے تو قرآن سے حضرت عیسیٰ علیہ
السلام کے رفع جسمانی کا انکار نہیں کرسکتے تھے مگر انہوں نے صرف روح کے اٹھائے جانے اور جسم مع الروح
کے اٹھائے جانے کو مساوی درجہ دیکر عقیدہ رفع جسمانی کی قطعیت کا انکار کرکے شعوری یا غیر شعوری طور پر
قادیانی باطل نظریے کی گنجائش کا بھی راستہ چھوڑ دیا۔ واللہ الہادی۔

(۱) اللہ تعالیٰ نے ہر نبی سے خود غلطیاں کرائی ہیں: اوریاہ کی بیوی کے
قصے کی توجیہ کرتے ہوئے مودودی صاحب نے لکھا ہے:۔

یعنی یہ کہ معاملہ اوریاہ کی بیوی ہی کا تھا مگر اس کی اصلیت صرف اس قدر تھی کہ حضرت داؤدؑ نے اپنے عہد کی اسرائیلی سوسائٹی کے عام رواج سے متاثر ہو کر اوریاہ سے طلاق کی درخواست کی تھی۔۔ یہ تاویل اس لحاظ سے بھی مرجح ہے کہ اگر اوریاہ کی بیوی کے معاملہ کی سرے سے کوئی اصلیت ہی نہ ہوتی تو قرآن مجید اس پر صاف الفاظ میں اس کی تردید کرتا جس طرح سلیمانؑ کے حق میں کفرو شرک اور ساحری کے الزام کی تردید کی۔ کیونکہ یہودیوں میں یہ قصہ ایک امرواقعی کی طرح مشہور تھا اور قرآن کے لئے یہ غیر ممکن تھا کہ ایک نبی کا ذکر تو کرے مگر اس کے دامن پر ایسے شدید الزامات کا داغ بدستور رہنے دے۔ اس تاویل کو قبول کرنے میں لوگوں نے صرف اس بنا پر تامل کیا ہے کہ انبیاء کی طرف اس قسم کی لغزشوں کا انتساب عصمت انبیاء کے خلاف معلوم ہوتا ہے۔ لیکن ان حضرات نے شاید اس امر پر غور نہیں کیا کہ عصمت دراصل انبیاء کے لوازم ذات سے نہیں ہے بلکہ اللہ تعالی نے ان کو منصب نبوت کی ذمہ داریاں صحیح طور پر ادا کرنے کے لئے مصلحتاً خطاؤں اور لغزشوں سے محفوظ فرمایا ہے۔ ورنہ اگر اللہ کی حفاظت تھوڑی دیر کے لئے بھی ان سے منفک ہوجائے تو جس طرح عام انسانوں سے بھول چوک اور غلطی ہوتی ہے اسی طرح انبیاء سے بھی ہو سکتی ہے اور یہ ایک لطیف نکتہ ہے کہ اللہ نے بالارادہ ہر نبی سے کسی نہ کسی وقت اپنی حفاظت اٹھا کر ایک دو لغزشیں سرزد ہونے دی ہیں تاکہ لوگ انبیاء کو خدا نہ سمجھ لیں اور جان لیں کہ یہ بشر ہیں خدا نہیں ہیں"۔ (تفہیمات حصہ دوم ص ۴۳ طبع دوم دسمبر ۱۹۵۵ء)

تبصرہ: مودودی صاحب نے مندرجہ بالا عبارت میں عصمت انبیاء علیہم السلام کے متعلق جو نظریہ پیش کیا ہے یہ ملحدانہ نظریہ ہے جس سے عصمت انبیاء کی نورانی چادر تار تار ہوجاتی ہے اور یہ اسی باطل نظریے کی کرشمہ سازیاں ہیں جو انہوں نے انبیاء کرام علیہم السلام کو بھی اپنے تنقیدی قلم سے معاف نہیں کیا حتی کہ امام الانبیاء و المرسلین خاتم النبیین حضرت محمد رسول اللہ ﷺ پر بھی اپنا تنقیدی نشتر چلادیا جیسا کہ ان کی محولہ بالا زیر بحث عبارتوں سے ثابت ہے۔

(۲) شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی قدس سرہ (سابق) شیخ الحدیث دارالعلوم دیوبند ضلع سہارنپور بھارت۔ نے مودودی صاحب کے پیش کردہ اس نظریئے پر سخت گرفت کی ہے کہ:۔

"عصمت دراصل انبیاء کے لوازم ذات سے نہیں ہے" (الخ) چنانچہ حضرت مولانا مدنی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ :۔ ایسی صورت میں تو کوئی نبی بھی معیار حق پر نہیں رہ سکتا اور نہ کسی نبی پر ہمیشہ اعتماد ہو سکتا ہے۔ جو حکم بھی ہوگا اس میں یہ احتمال موجود ہے کہ کہیں وہ عصمت اور حفاظت کے اٹھ جانے کے زمانہ کا نہ ہو۔"

(ب) مودودی صاحب کا یہ کہنا کہ:۔ عصمت دراصل انبیاء کے لوازم ذات سے نہیں ہے۔ بالکل غلط ہے۔۔ انبیاء علیہم السلام کی عصمت نبوت کے لوازم ذاتیہ میں سے ہی ہے۔ ہاں بحیثیت نبوت لوازم ذاتیہ میں سے ہے بحیثیت بشریت نہیں ہے اور اسی طرح عصمت ان کی دائمی ہے کسی وقت ان سے جدا نہیں ہوتی۔ جن امور کو مودودی صاحب لغزشیں شمار کرتے ہوئے عصمت کا اٹھ جانا سمجھتے ہیں یہ ان کی غلطی ہے۔ یہ امور معصیت ہیں ہی نہیں صرف صورت معصیت ہے۔

(ج) مودودی صاحب کا یہ ارشاد: تاکہ لوگ انبیاء کو خدا نہ سمجھیں اور جان لیں کہ یہ بھی بشر ہیں نہایت عجیب فلسفہ ہے۔ بشریت کے پہچاننے کے واسطے بھوک - پیاس۔ بیماریاں۔ نوم وغیرہ ظاہری لوازم بشریت کافی ہیں۔ زلتیں اور معاصی کے صدور کی نہ ضرورت ہے اور نہ ان کو ہر شخص محسوس کرسکتا ہے اور نہ یہ لوازم بشریت سے ہیں (ملاحظہ ہو کتاب۔ مودودی دستور اور عقائد کی حقیقت مصنفہ حضرت مولانا مدنی رحمۃ اللہ علیہ)۔

(۱۱) مودودی صاحب کی پاکدامنی:

مودودی صاحب اپنی ذات کے متعلق لکھتے ہیں:۔

"خدا کے فضل سے میں کوئی کام یا کوئی بات جذبات سے مغلوب ہوکر نہیں کیا اور کہا کرتا۔ ایک ایک لفظ جو میں نے اپنی تقریر میں کہا ہے یہ سمجھتے ہوئے کہا ہے کہ اس کا حساب مجھے خدا کو دینا ہے نہ کہ بندوں کو۔ چنانچہ میں اپنی جگہ بالکل مطمئن ہوں کہ میں نے کوئی ایک لفظ بھی خلاف حق نہیں کہا۔" (رسائل و مسائل حصہ اول ص ۳۰۶ طبع دوم بحوالہ ماہنامہ ترجمان القرآن مارچ تا جون ۱۹۴۵ء)

---------- قارئین حضرات! خود ہی فیصلہ فرمائیں کہ وہ ابوالاعلی مودودی جو انبیائے معصومین علیہم السلام کی غلطیاں اور کمزوریاں ثابت کرتے ہیں اور جنھوں نے یہ اختراعی ضابطہ کلیہ بیان کیا ہے کہ جس طرح عام انسانوں سے بھی بھول چوک اور غلطی ہوتی ہے اسی طرح انبیاء سے بھی ہوسکتی ہے اور یہ ایک لطیف نکتہ ہے کہ اللہ نے بالارادہ ہر نبی سے کسی نہ کسی وقت اپنی حفاظت اٹھا کر ایک دو لغزشیں سرزد ہونے دی ہیں تاکہ لوگ انبیاء کو خدا نہ سمجھ لیں اور جان لیں کہ یہ بشر ہیں خدا نہیں ہیں۔" (تفہیمات حصہ دوم طبع دوم ص ۴۳)

یعنی انبیائے کرام سے تو خطاؤں کا سرزد ہونا ضروری ہے حالانکہ وہ معصوم ہیں۔ ان پر وحی نازل ہوتی ہے۔ ان کی نبوت پر ایمان لانا فرض ہے۔ لیکن مودودی صاحب کی شخصیت اتنی عظیم ہے کہ وہ کوئی کام جذبات سے مغلوب ہوکر نہیں کرتے اور ان کا قول و فعل حق ہی حق ہوتا ہے۔" العیاذ باللہ۔ جس سیاسی لیڈر کے سینہ میں ایسا کبر و غرور ہو۔ کیا اس کو علم و فہم قرآن کی نعمت نصیب ہوسکتی ہے۔ اسی کبر و نخوت اور فخر و انانیت کا ظہور ان کی تصانیف میں پایا جاتا ہے۔ اور اسی کے تقاضا سے انہوں نے امام الانبیاء والمرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی اپنی روایتی تنقید کا نشانہ بنایا ہے۔ ع بسوخت عقل زحیرت کہ ایں چہ بوالعجبی است

اللہ تعالیٰ امت مسلمہ کو تمام عصری فتنوں سے محفوظ رکھیں اور ہم سب کو محققین اہل السنت والجماعت کے مسلک حق کی اتباع و تبلیغ اور نصرت و تحفظ کی توفیق عطاء فرمائیں۔ آمین

بجاہ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم

خادم اہلسنت **مظہر حسین غفرلہ خطیب مدنی جامع مسجد چکوال**

۲۳ شوال ۱۴۰۳ھ / ۳ اگست ۱۹۸۳ء

خدامِ اہلسنت کی دعا

از حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب مدظلہ بانی و امیر تحریک خدام اہلسنت پاکستان

خدایا اہلِ سُنت کو جہاں میں کامرانی دے
خلوص و صبر و ہمت اور دیں کی حکمرانی دے

تیرے قرآں کی عظمت سے پھر سینوں کو گرمائیں
رسول اللہ کی سُنت کا ہر سُو نور پھیلائیں

وہ منوائیں نبیؐ کے چار یاروںؓ کی صداقت کو
ابوبکرؓ و عمرؓ، عثمانؓ و حیدرؓ کی خلافت کو

صحابہؓ اور اہلِ بیتؓ سب کی شان سمجھائیں
وہ ازواجؓ نبیِ پاکؐ کی ہر شان منوائیں

حسنؓ کی اور حسینؓ کی پیروی بھی کر عطا ہم کو
تو اپنے اولیاء کی بھی محبت دے خدا ہم کو

صحابہؓ نے کیا تھا پرچمِ اسلام کو بالا
انہوں نے کر دیا تھا روم و ایراں کو تہ و بالا

تیری نصرت سے پھر ہم پرچمِ اسلام لہرائیں
کسی میدان میں بھی دشمنوں سے ہم نہ گھبرائیں

تیرے کُن کے اشارے سے ہو پاکستان کو حاصل
عروج و فتح و شوکت اور دیں کا غلبۂ کامل

ہو آئینی[1] تحفظ ملک میں ختمِ نبوت کو
مِٹا دیں ہم تیری نصرت سے انگریزی نبوت کو

تو سب خدام کو توفیق دے اپنی عبادت کی
رسولِ پاکؐ کی عظمت، محبت اور اطاعت کی

ہماری زندگی تیری رضا میں صرف ہو جائے
تیری راہ میں ہر ایک سُنی مسلماں وقف ہو جائے

تیری توفیق سے ہم اہلِ سُنت کے رہیں خادم
ہمیشہ دینِ حق پر تیری رحمت سے رہیں قائم

نہیں مایوس تیری رحمتوں سے مظہرِ ناداں
تیری نصرت ہو دُنیا میں قیامت میں تیری رضواں

✪

[1] الحمدللہ تمام مسلمانوں کا یہ متفقہ مطالبہ منظور ہو چکا ہے اور آئینِ پاکستان میں قادیانی اور لاہوری مرزائیوں کے دونوں گروہوں کو غیر مسلم قرار دے دیا گیا ہے۔